

25  
8

# مکتوبات مؤتمر المصنفین

|    |     |               |                                                    |    |     |                   |                                                    |
|----|-----|---------------|----------------------------------------------------|----|-----|-------------------|----------------------------------------------------|
| ۵۹ | ۳۱  | تغیث          | ۱۰۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) | ۱۵ | ۳۶  | شیخ محمد رفیع     | ۱۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| ۶  | ۶۴  | "             | ۱۱۔ امام عظیم کا نظریہ انقلاب<br>سیاست             | ۱۶ | ۱۹۲ | "                 | ۲۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| ۱۸ | ۱۲۵ | "             | ۱۲۔ خطبات تھانی (مداہن)                            | ۲۵ | ۴۰  | "                 | ۳۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| ۶  | ۴۸  | "             | ۱۳۔ کتبہ اور تدوین حدیث                            | ۸  | ۸۸  | "                 | ۴۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۴۔ عبد العزیز کا چیلنج اور اقتدار                 | ۱۰ | ۱۰۳ | "                 | ۵۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۵۔ کفر الغیث (مجموعہ)                             | ۵  | ۳۰۸ | "                 | ۶۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۶۔ سرور مومن کا مقام اور                          | ۹  | ۲۶  | مولا یحییٰ انصاری | ۷۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۷۔ قلم و دیوان                                    | ۶  | ۹۶  | "                 | ۸۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۸۔ سائنس یا اولیاء (مجموعہ)                       | ۵  | ۲۳۶ | "                 | ۹۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ)  |
| —  | —   | "             | ۱۹۔ دو امام عظیم حیرانگی و اوقات<br>(مستشرق)       | —  | —   | "                 | ۱۰۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| ۱۲ | ۱۱۴ | "             | ۲۰۔ کشمیری معرفت                                   | —  | —   | "                 | ۱۱۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| ۲۵ | ۲۲۴ | شیخ محمد رفیع | ۲۱۔ انکساری علی مشکلات الطہاری                     | —  | —   | "                 | ۱۲۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| ۱۰ | —   | شیخ محمد رفیع | ۲۲۔ منتخب الحسن شرح جامع الحسن<br>(عربی) پادجہ     | ۳۵ | ۲۰۸ | "                 | ۱۳۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | شیخ محمد رفیع | ۲۳۔ برکت الخفای                                    | ۳۵ | ۲۱۲ | "                 | ۱۴۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | شیخ محمد رفیع | ۲۴۔ اہل السنہ اور اہل بدعت باتیں                   | —  | —   | "                 | ۱۵۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| ۵  | ۲۳  | شیخ محمد رفیع | ۲۵۔ ارشاد ابی حکیم الاسلام                         | —  | —   | "                 | ۱۶۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | شیخ محمد رفیع | ۲۶۔ عقیدہ کی شرعی حیثیت                            | ۲۵ | ۱۰۰ | "                 | ۱۷۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| ۱۳ | ۹۶  | شیخ محمد رفیع | ۲۷۔ دار العلوم تھانیہ سے علماء ہند تک              | ۶۰ | ۲۵۲ | مولا عبد القادر   | ۱۸۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | "             | ۲۸۔ دلخ اور میرٹھ                                  | —  | —   | "                 | ۱۹۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | "             | ۲۹۔ افادہ تہذیب                                    | ۵۶ | ۲۶۲ | "                 | ۲۰۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | "             | ۳۰۔ شیخ عبد العزیز (مجموعہ)                        | —  | —   | "                 | ۲۱۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |
| —  | —   | "             | ۳۱۔ فضائل و مسائل نجد                              | ۵۶ | ۲۶۲ | "                 | ۲۲۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ<br>ذوق عالی (مجموعہ) |

مکتوبات مصنفین منگوانے پر خصوصی رعایت

دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خشک، پشاور

لے بی سی آرٹ ہیرو آف سرکولیشن کی مستند اشاعت

ماہنامہ

اکوڑو خشک

# الحق

شوال ۱۴۱۰ھ  
مئی ۱۹۹۰ء

جلد ۲۵  
شمارہ ۸

مدیر  
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی  
ناظم: شفیق فاروقی

بیکار  
حضرت مولانا عجم الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
مدیر معاون: عبد القیوم حقانی



فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۲۲۰ / ۲۲۱ / ۲۲۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷



اس شمارے کے مضامین

| نقش آغاز                                                                      | ادارہ                                   | ۲  |
|-------------------------------------------------------------------------------|-----------------------------------------|----|
| (سینٹ آف امریکہ کی ملعون قرارداد)                                             |                                         |    |
| سج رہا ہے شاہ خوباں کے لئے دربار دل<br>(ایک علمی اور حیرت انگیز سائنسی تحقیق) | مولانا عبد القیوم حقانی                 | ۹  |
| قومی عصبیت اور علاقائی ولسانی عفریت                                           | مولانا سمیع الحق                        | ۱۵ |
| انسانیت کے عین اعظم                                                           | مولانا سید ابوالحسن ندوی                | ۱۶ |
| میری علمی اور مطالعاتی زندگی                                                  | مولانا قاضی عبد الکریم صاحب             | ۲۹ |
| فتنہ قادیانیت اور مولانا دریا بادی                                            | جناب طالب ہاشمی صاحب                    | ۴۱ |
| افکار و تاثرات                                                                |                                         | ۴۹ |
| افغان مجاہدین کی استقامت / ایمان اور یقین کی پھلوا ری                         | مولانا قاضی عبداللطیف / جناب طالب ہاشمی |    |
| یونان میں مسلمانوں کا عروج و زوال / بلغاریہ میں مسجد کی آتشزدگی               | جناب حکیم محمد سعید / محمد قاسم         |    |
| عید کارڈز                                                                     | خالد عثمان                              |    |
| قومی مصارف اور درآمد آمدنی                                                    | مولانا سید محمد میاں                    | ۵۵ |
| ہدیہ بقیدتہ بحضور قائد شریعت                                                  | منشی یار محمد کیلوی                     | ۶۱ |
| تعارف و تبصرہ کتب                                                             | مولانا سمیع الحق                        | ۶۲ |

پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے فی پرچہ ۵۰ روپے بیرون ملک بھری ڈاک ۸۰ روپے بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲۰ روپے  
سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منشور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر پاکستان الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑو خشک سے شائع کیا



## سینٹ آف امریکہ کی ملعون قرار داد

### بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الحکومت قرار دیا جائے

یہودی فکر اور یہودی مفاسد کے غلبہ اور یہودی اہداف کے سب سے بڑے آلہ کار امریکی سرکار کے سب سے بڑے ادارے سینٹ نے تمام عالم اسلام کی ناراضگی، نفرت، ہیجان اور شدید احتجاج کے علی الرغم بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الحکومت قرار دینے کی ملعون قرار داد منظور کر لی۔ دنیا بھر کی یہودی لابی اور بعض کچھ فہم، مرغوب اور نادان سیاست دان اسے اسرائیل کی اہم کامیابی اور سیاسی فتح قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ نظام سر یہود بیت کو اپنے بہت سے مقاصد میں توقع سے زائد کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ اُس کے بہت سے ایسے منصوبے بھی بروئے کار آ رہے ہیں جن کے بارے میں نہ صرف عرب اور تمام مسلمان بلکہ خود یہودی بھی کچھ عرصہ پیش تر اس کا تصور تک کرنے سے قاصر تھے۔ پہلے اسرائیل کی ریاست عالم عربی کے قلب و جگر اور اس کے بہترین مقدس مقامات کے عین وسط میں قائم ہوئی جو عربوں اور مسلمانوں کے سینہ پر کا بوس بن کر مسلط ہو گئی جس نے بڑھتے بڑھتے ۵ جون ۶۷ء کو عالم عربی کی سب سے بڑی فوجی طاقت کی قوت ارادی اور قوت مدافعت کو نقصان پہنچا یا اور غالب آئی۔ بیت المقدس — عالم اسلام کا قبلہ اول — مسلمانوں سے چھین لیا گیا مسجد اقصیٰ میں اذانوں کی آوازیں اور نغمہ ہائے توحید خاموش کر دئے گئے۔ فلسطین کی مقدس سرزمین جہاں آج بھی کم و بیش ایک لاکھ انبیاء کرام کے سانسوں کی مہک موجود ہے۔ بدعینت یہودیوں کی شکار گاہ بن گئی۔ صحرائے سینا جو یہودی قوم کے لئے وادی تیبہ تھا وہاں اسرائیل بربریت کا ننگا پاچ، ناچ رہا ہے۔ اور اب پورے عالم عربی پر قبضہ جانے اور حجاز کے مقدس مقامات کی طرف بڑھنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ جس کا حکم دنیا کے تمام صدر مملکت سربراہان حکومت اور وزراء پر چلے گا۔ امریکی سینٹ کی حالیہ مذموم قرار داد ایسے ہی ناپاک عزائم کی عملی تکمیل کا نکتہ آغاز ہے۔ ولا نفلحہا اللہ۔

سقوط بیت المقدس سے لے کر اب تک مسلسل اسرائیلی جارحیت، فلسطینیوں پر بہیمانہ مظالم، سقوط ڈھاکہ، پاکستان میں فلسطینی اور فلسطینی نظام کا قیام، کشمیری مسلمانوں پر بے پناہ وحشیانہ مظالم، افغان

میں روسی اژدہا کی انسائیت سوز کارروائیاں آذربائی جان اور مختلف روسی ریاستوں میں روسی فوجوں کی ہمیت و درندگی اور بیت المقدس کو اسرائیلی دارالحکومت قرار دینے کی حالیہ امریکی قرار واد تک درحقیقت یہ قدرت کی طرف سے پوری مسلم امت کے لئے تنبیہ و انداز کے تازیانے ہیں جو ہم سب کو بیدار ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور توحیدنی طور پر مسلمانوں میں جہاد و حریت اور بیداری کی ایک تحریک ہے کہ اسلام زندہ و تابندہ ہے۔ امرت بھی وہی ہے اس کا پیغام بھی وہی، قرآن بھی وہی ایمان بھی وہی۔ یہ حوادث و انقلابات، یہ جہاد و قربانی، یہ عروج و زوال، یہ نشیب و فراز قدرتی تجربات ہیں جن سے دنیا کی زندہ اور بیدار قومیں ہمیشہ گذرتی رہتی ہیں یہ وہ آزمائشیں اور امتحانات ہیں جن سے کھرے کھوٹے کا فرق معلوم ہوتا ہے اور قوم کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ تلاطم میں گھری ہے کشتی

یہ بھی سچ ہے کہ بس اب دور کنارا بھی نہیں

یہ مذمتی قرار واد پاس کرنے، زبانی احتجاج اور اخباری بیانات دینے اور چند آنسو بہا کر جی چھوڑ دینے کے مواقع نہیں ہیں۔ یہ عزائم کو تازہ اور سنگوں کو بیدار کرنے کا وقت ہے۔

اگر ہم خودکشی کا عزم صمیم کر کے نہیں بیٹھ گئے تو ہمیں اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کے لئے کمر بستہ ہونا پڑے گا۔ اور رکھنے، اسرائیلی، امریکی اور یہودی سامراجیت کا سیلاب از خود کسی حد پر رکنے والا نہیں ہے جب تک کہ عالم اسلام اس پر یہ ثابت نہ کر دے کہ مسلمان ایک ایسی چٹان ہیں جس سے ٹکراتا اپنے آپ کو پاش پاش کرنے کے مترادف ہے۔ زبان و دعویٰ، احتجاجی قرار وادوں اور اخباری مذمتوں کا نہیں، عمل اور بھرپور اقدام کا وقت ہے۔ اگر اب بھی ہمیں ہوش نہ آیا تو انجام بڑا ہولناک ہو گا۔ آج بیت المقدس کو یہودیت کا دارالحکومت قرار دینے کی قرار وادیں منظر پر ہو رہی ہیں کل قاہرہ، دمشق، بغداد اور حجاز مقدس کا رخ کیا جائے گا۔ اور خدا نہ کرے کہ پھر عالم اسلام کا کوئی گوشہ اس قہر الہی سے مامون نہ رہ سکے۔

### یہودیت کا تاریخی کردار عملی تصویر اور امریکہ ایک یہودی کالونی

امریکہ نے روز اول سے صیہونیت کے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے ہمیشہ ڈھٹائی، منافقت، خود غرضی اور بے حیائی کا شرمناک کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ حالیہ امریکی قرار واد اسی سلسلہ مذموم کی ایک کڑی ہے لہذا اس تاثر پس منظر کی روشنی میں عالم اسلام کو اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی ہو گی۔ مسلمان مجاہدین کو صرف اسرائیل ہی سے نہیں عالمی سامراجیت کے علمبردار امریکہ سے لڑنا ہو گا۔ امریکی سینٹ

کی جارحیت کی مذمت زبانی احتجاج سے نہیں سنگینوں کی نوک سے کرنی ہوگی۔ اس قرارداد پر پوری دنیا پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ امریکہ اپنی عالمی قوتوں سمیت مٹھنی بھر یہودیوں کی ایک کالونی ہے۔ اپنے طور پر نہ اس کے اصول ہیں نہ قوانین، نہ ضمیر ہے اور نہ کسی آزادانہ فیصلہ کا اختیار۔

امریکہ اپنے مذموم، قابل نفرت بدترین منافقانہ رول اور ملعون تجاویز پر نظر ثانی نہیں کر سکتا۔ پھر مسلمانوں کو تو اب اپنے اڑی دشمن (بشمول مغربی اقوام) کے ساتھ اپنے روابط تعلقات اور توقعات میں محتاط روش اختیار کرنی چاہیے۔ یہاں پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ یہودیت کا مکمل تاریخی کردار اور پوری علمی تصویر کینہ پروری، دنارت اور حقارت کی تصویر ہے جس میں انسانیت سے قدیم بغض و عداوت، یہودی نسل کے تقدس پر ایمان، اسرائیلی خون کی عظمت و پوجا، دنیا سے انسانیت کے تمام نسلوں کی نا اہلیت، شر و فساد، تشدد و دہشت انگیزی کے رنگ بھرے ہوئے ہیں۔ یہی وہ دماغ اور خفیہ ہاتھ ہے جو ہر بغاوت، انقلاب، سازش، تخریبی نظریات، تباہ کن فلسفوں، بے چینی و اضطراب، انارکی اور ہر طرح کے اقتصادی سیاسی اجتماعی اور اخلاقی بحرانوں کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ ایک معروف یہودی مفکر ڈاکٹر اسکر لیوی نے یہودیوں کے اس مکروہ ترین کردار پر فخر کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے پوری قوم کی صحیح تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”ہم ہی دنیا کے حاکم اور مفسد ہیں ہم ہی تمام فتنوں کو ہوا دیتے ہیں ہم ہی جلاد ہیں“

بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الحکومت قرار دینے کی تحریک و تجویز بھی یہودی شراپگری اور فتنہ سامانی کی ایک کڑی ہے اور دنیا جانتی ہے کہ امریکی سینٹ میں بچنے والی اس گھنٹی کی ڈور کا سر اس کے ہاتھ میں ہے۔ کچھ لوگ جنہیں قوانین فطرت عادت اللہ اور یہودیت کی حقیقت سے شناسائی کم ہے امریکی سینٹ کی حالیہ قرارداد کو اسرائیل اور یہودیت کی فتح عظیم سمجھ کر اسلام کے مستقبل سے مایوس ہو کر بیٹھنے لگے ہیں حالانکہ اسلامی اور دینی نقطہ نظر سے اس میں مایوسی اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں یاس و قنوط کی کوئی بات یا وجہ وار نہیں۔ یہودی جو خدا کی سنت، فطرت، قوانین قدرت اور ان اعلیٰ مقاصد کے ساتھ برسرِ جنگ ہیں جس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ پوری کائنات پیدا کی ہے زیادہ دقت تک اقتدار و تسلط اور فتح و کامرانی کے مزے نہیں لے سکیں گے۔ ان کی حمایت کے لئے امریکہ سمیت ہزاروں حکومتیں اٹھ کھڑی ہوں ان کے پاس وہ تمام شیطانی حربے اور جہنمی وسائل جمع ہو جائیں جو اب تک ایجاد ہو چکے ہیں جن میں یہودیوں کا بنیادی حصہ اور ان کا خاص فن اور موضوع ہے، غلبہ اور فتح انشاء اللہ اہل حق اور انسانیت کے لئے عمومی اور ابدی پیغام کھینچنے والی ملت ہی کا ہوگی جس کی نظر میں ساری مخلوق خدا کا کتبہ ہے جو حق کے لئے ہر جگہ سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ جس کا دامن فتنہ و فساد سے پاک ہے جو دنیا میں علو و فساد کے لئے نہیں حق اور عدل و انصاف کی علمبردار

ہے جس ہزاروں طوفان بٹا کر آئے جو زخمی ہوتی رہی مگر اس نے اپنا سر نہ باریا بارگاہ الوہیت کے سوا کسی بھی دوسری  
چوکھٹے پر خم نہیں کیا ہے ۔

طوفان بلا سر سے گذرتے ہی رہے ہیں  
زخمی ہے مگر آج بھی سر خم تو نہیں ہے

امت پر آزمائش کے نازک ترین لمحات میں قرآنی ہدایت کا خلاصہ

مکو فریب سازشی ذہن مجرمانہ و مریضانہ ذہنیت اور تخریبی ذہانت نے تاریخ میں بار بار ایسی شاندار کامیابیاں  
حاصل کیں کہ لوگوں کی نگاہیں خیر و ہو کر رہ گئیں تخریبی قوتوں نے بار بار تاریخ میں ایسے ہنگامے برپا کئے کہ ان کے  
سامنے غم و استغلال کے پہاڑ بھی متزلزل ہو گئے۔ اور بڑے بڑے فلسفی اور علماء مذاہب بھی اپنی جگہ سے ہل گئے  
آزمائش کی ان نازک ترین گھڑیوں میں جو حیرت و اضطراب اور شک و شبہ دلوں میں پیدا ہونے لگتا ہے قرآن مجید  
نے اس کی بلیغ تصویر ہمارے سامنے رکھ دی ہے۔

اذ جاءوكم من فوقكم ومن اسفل  
منكم واذا داغت الابصار وبلغت القلوب  
الجانح و تظنون بالله الظنونا  
هناك ابتلى المؤمنون وزلزلوا زلالاً  
شدیدہ (احزاب ۱۰-۱۱)

جب وہ آپڑھے تم پر اوپر سے بھی اور نیچے  
سے بھی اور جب پھیل گئیں آنکھیں اور آگئے کلیجے  
منہ کو اور گمان کرنے لگے تم اللہ سے طرح  
طرح کے گمان، یہ موقع تھا جہاں آزمائے  
گئے مسلمان اور ہلائے گئے بری طرح۔

قرآن حکیم نے انسانی نفسیات (ہر غلبہ و فتح سے متاثر ہونا اور اس کے سامنے سر جھکانا خواہ وہ کیسی ہی  
وقتی عارضی حقیر اور غیر اہم کیوں نہ ہو) کا بہترین علاج پہلے ہی سے کر دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

لا یغونک تقلب الذین کفروا  
فی البلاد متاع قلیل ثم ما واهم  
جہنم و بئس المہاد

یہ کافروں کا شہروں شہر دور و دورہ  
تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے یہ چند دن کی  
بہار ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم

(العمل ۱۹۶، ۱۹۷)

قرآن حکیم نے کفر و باطل یا یہودیت اور استبدادی قوتوں کی ہر قسم کی سازشی قرار دادوں، جعل ساز یوں  
فریب کاریوں اور ظاہری کامرانیوں کا انجام ذلت و ناکامی اور فضیحت و رسوائی بتایا ہے۔ اس  
روشنی میں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا تو "وانتم الاعلون"

کے مسند نشین ہوں گے مگر ان کفر منہین کا شریطہ مرحلہ عبور کرنا ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔  
تو امریکی قراردادیں اور اسی نوعیت کی جملہ کارروائیاں تاریک بکوت سے بھی زیادہ کمزور بودی اور  
بے حقیقت ثابت ہوں گی۔

وان ادھن البیوت لبیت العنکبوت اور بے شک گھروں میں سب سے بودا  
لوکانوا یحلمون (عنکبوت ۴۲) گھر مکڑی کا گھر ہے کاش یہ جانتے موتے  
قرآن حکیم نے مکرو فریب اور سازش و تحریک کا عام قانون اور اس کا انجام اور حشر بتاتے ہوئے اعلان فرمایا ہے  
والذین یمکرون السیئات لھم عذاب شدید و مکرو اولئک  
ھو یجودہ (فاطر ۱۰) عذاب ہے اور ان کی سازشیں تو وہ  
کارگر ہونے والی نہیں۔

امریکی قرارداد یا یہودی پالیسی یہ غیر طبعی اور غیر فطری حالات ہیں جو بقا و ترقی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔  
امریکی ڈپلومیسی اور یہودی سیاست ایک عامیانہ اور احمقانہ طریق کار ہے۔ جو امریکہ نے عربوں، بیت المقدس  
اور عالم اسلام کے معاملات میں اپنا رکھا ہے وہ ایک روایتی سیاست ہے جس کا عقل و ذہانت فیصلہ کی  
قوت اخلاقی جرأت، حیا و غیرت اور اصول آدمیت سے کوئی تعلق نہیں۔ امریکہ اکثر و بیشتر یہودی اثر و رسوخ  
کے زیر سایہ رہتا ہے اس کا زیادہ تر انحصار اپنے کندہ ہن سکریٹریٹ، دفتری کاغذات اور نائٹوں پر ہے جو حلقہ مالو  
پر مبنی نہیں ہوتے۔ یہ سیاسی طرز اور رویہ قوموں میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ بڑے بڑے کا شکار ہونے لگتی ہیں  
اور ان کے زوال کے دن قریب ہوتے ہیں۔

### قیادت کی نااہلی اور عالم اسلام کا ماتم

صیہونیت کی یہ عارضی شوکتیں، اسرائیلی ریاست کا قیام و استحکام امریکہ کی قرارداد کی حمایت اور اس کے بعض  
منفعاور منصوبوں کی تکمیل، ایک پیغام کی دوسرے پیغام پر، ایک فلسفہ ایک امت اور ایک مذہب کی  
دوسرے فلسفہ، امت اور مذہب پر یا حق و باطل کی باہمی آویزش اور ایک دوسرے پر فتح نہیں قرار دی جاسکتی  
اب کے یہ معرکہ ہائے کارزار اسلام اور یہودیت یا مسلمانوں اور کفار کے معرکہ ہائے حق و باطل نہیں بلکہ خود  
اہل اسلام نے ان معرکہ ہائے کارزار میں اسلام کو سیاست اور جنگ سے دور رکھ دیا ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ  
یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک فعال قیادت کی ناکارہ قیادت پر سیاسی فتح ہے فلسطین میں مسلسل ہزیمت اور ہوانہ

قیادت کی نااہلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ورنہ مسلم امت تو اب بھی قوت حوصلہ اور ہمت بلکہ برقی و شرر سے بھرپور ہے اور ہر وقت اپنے جذبہ قربانی اور جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کرنے کے لئے مضطرب اور متپتاب ہے۔ جہاد افغانستان جس کی عملی اور واقعاتی زندہ دلیل ہے۔ ماتم ہے تو نااہل اور رہزن قیادت کا اور تقریباً پورا عالم اسلام فقدان قیادت پر ماتم کناں ہے۔

رہزن ہیں بنے ہوئے رہبر

کاروانوں میں شور ماتم ہے

ایسے حالات کے پیش نظر پوری دنیا میں اہل اسلام کی بیداری و حریت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تکیہ کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرنے کی مخلصانہ اور بھرپور کوششوں کی ضرورت ہے۔ اگر اہل اسلام کا اتحاد قائم ہو جاتا ہے تو نہ صرف دنیا کے نقشے پر سے اسرائیل کا وجود مٹ سکتا ہے بلکہ افغانستان، آذربائیجان اور کشمیر سے یکدم قبرص تک تمام مسلم مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اور یہ اسلامی ممالک جو اپنے مسائل حل کرنے کے لئے کبھی امریکہ، کبھی روس، کبھی برطانیہ اور چین کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں ہر بیرونی احتیاج سے آزاد ہو جائیں گے۔ پھر قدرت نے بھی دنیا کے نقشے پر عالم اسلام کو جغرافیائی اعتبار سے ایک ٹوٹی میں پرور کھا، دنیا کی اہم ترین اور انقلابی نتائج کی حامل شاہراہیں ان کے قبضہ میں ہیں کیسے کیسے قدرتی وسائل انہیں میسر ہیں۔ انسانی وسائل کے اعتبار سے بھی وہ کتنے مالا مال ہیں۔ کربا ارض کے بالکل بیچوں بیچ واقع ہونے کے سبب پوری دنیا کا دل ان کے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ قدرتی انعامات اتحاد و وحدت اور تنظیم و اعتماد کے ساتھ کام میں لائے جائیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنا جائز مقام حاصل نہ کر سکیں۔

### زوالِ مسلم کے اسباب، انسداد اور علاج

ان طویل گذارشات سے مقصد اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اگر ہم واقعہ اسلامی انقلاب، غلبہ دین، شوکت اسلام کے طالب اور مصائب و آلام سے رہائی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے سیاسی تعلقات ترجیحات، معاملات، انفرادی منصوبہ بندی، ملکی اور پورے عالمی ڈھانچے اور تمام سوچ بوجھ پر نظر ثانی کرنی ہوگی جو ہم نے تقریباً ڈیڑھ سو سال سے اختیار کیا ہوا ہے۔ اسرائیل، یہودیت اور امریکہ کے مسلسل ظالمانہ کردار اسلام دشمنی کی منافقانہ روش اور بے رحم چہرہ کوں کے بعد ہمیں ہوش میں آ جانا چاہئے تھا لیکن قبلہ اول چین جانے اور اب امریکی قرارداد سے زیادہ کرب انگیز بات یہ ہے کہ ہم نے اب تک ان مسلسل حادثات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ زندگی کا پہیہ بدستور اسی ڈھب پر گھوم رہا ہے۔ دین سے بے رخی، تقلید مغرب کے ولولوں،

ہم غیروں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن کر رہ سکتے ہیں۔  
خلاصہ یہ کہ جب تک ہم مغربی نظام، افکار، تہذیب، تمدن، معاشرت اور ان کی اندھی تقلید کے اس  
زہریلے مادے کو اپنے عمل اور کردار سے ختم نہ کر دیں گے اس وقت تک ایک نہیں نہیں سینکڑوں سامراج  
قرار دادیں اور اسرائیل جیسے ہزاروں ناسور اٹھتے رہیں گے =

(عبدالقیوم حقانی)

مؤثر المصنفين کی علمی تحقیق و عظیم تاریخی پیشکش  
ایک نادر تحفہ ————— ایک علمی تحفہ

عظم الامم ابو حنيفة

خیر الیکمیز وقت

پیش لفظ -- جناب مولانا سید الحق مدیر الحق

تمیغه — مولانا عبد القیوم حقانی نیک ستر الصغین و امستاد رالعوم

[illegible]

نظیر متوسط آئندہ کتابت و طباعت بیاری تا اسیل خوش رنگ دربر آید  
اور سندی جلد بندی - صفحات ۲۲۱ - قیمت : - ۵۴ روپے

مؤتمر المصنفين والعلوم حقایق کوزه شک صنعت پشاور

مؤتمراً المصنفین کی علمی ادبی اور دلچسپ تاریخی پیش کش

جو پاکستان کے اہم دینی حیرانہ کے علاوہ عالم اسلام کے مرکزی علمی دارالعلوم  
دوبند کے ممتاز مرجع ”دارالعلوم“ میں اہل تشیع طرقات جمع ہوئی

ارباب علم و کمال اور پیشہ زندقِ حلال

مصنف۔ مولانا عبد القیوم حقانی

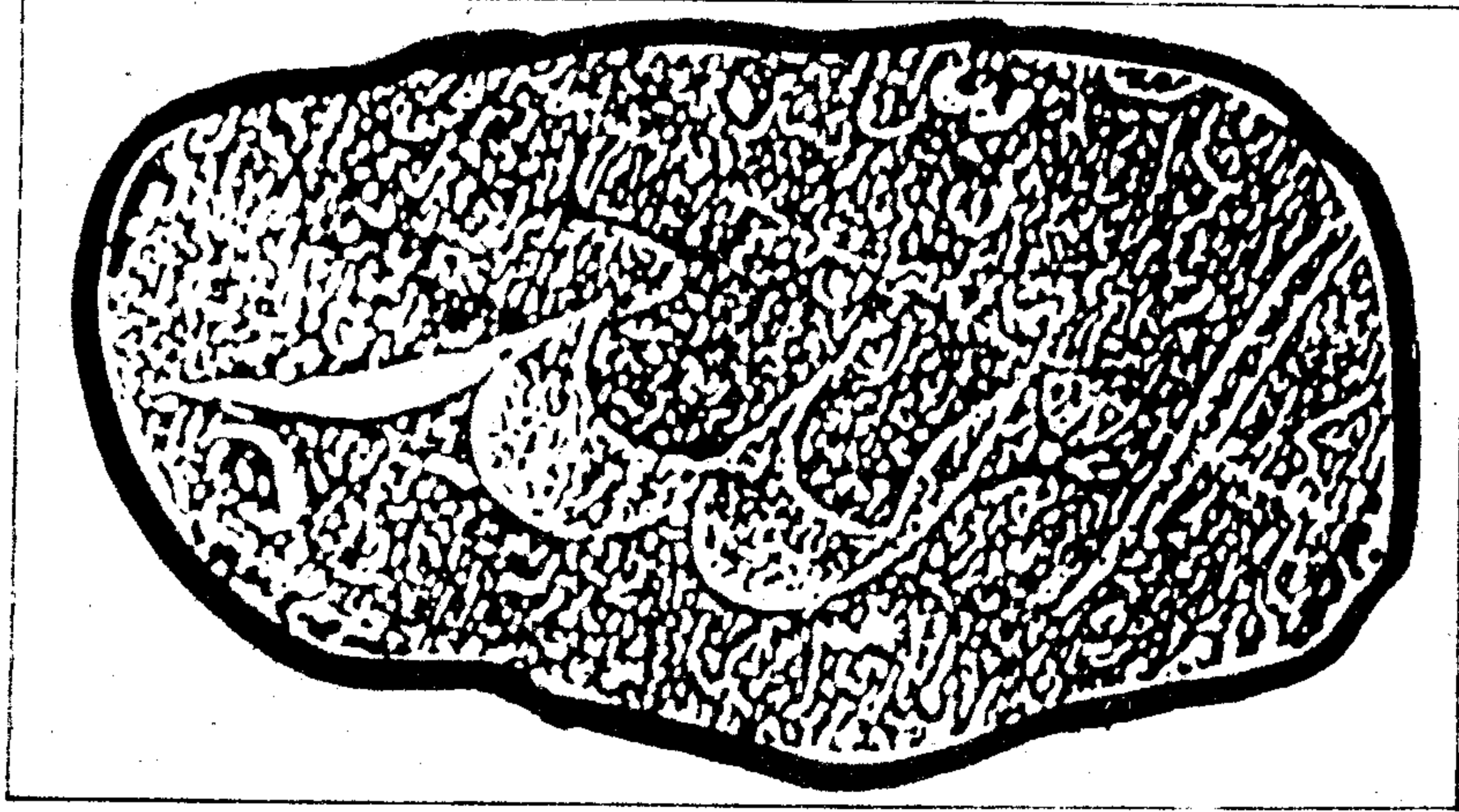
اپنے مخصوص عہد پر روزگار میں سب سے پہلے منفرد اور لامجاہ شاہکار  
موجود، کسانوں پر چھاجمل، دستکاروں، صنعت کاروں، تاجروں، کوہنگروں، پارہافون، دھڑلوں  
دھوبیل، قتللوں، رونق سازوں، عطیعیل، جھیل گوں، یقین سازوں، نوپاؤں، بڑھیلوں، کھنگروں  
اور مرد و ریل کے طبقوں اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلاء، عثمین، مفسرین،  
مشائخ اور ان کے اسلام کا تذکرہ و تعارف

خونصورت جلد بندی - صفحات ۲۳۲ - قیمت - ۵۴/- روپے

مؤتمراً المصنِّفين دارالعلوم حقانیہ اکوڑا خٹک

# سج رہا ہے شاہِ خواباں کیلئے دربارِ دل

(ایک اہم علمی اور حیوت انگیز سائنسی انکشاف)



گزشتہ ماہ معروف سکالر مشہور مصنف علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ خاص اور امام لاہوریؒ کے خلیفہ اہل حضرت علامہ مولانا قاضی زاہد الحسنی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے سفرِ عمرہ کے پیشِ قدمہ ایک جمعہ اپنے ہاں پڑھا دینے کا حکم فرمایا تھا۔ پھر خطبہ جمعہ اور اپنی نیابت کے اہتمام کے پیشِ نظر حجاز مقدس سے فون پر اس کی تاکید بھی کر دی گئی۔ حضرت مدظلہ کے نظر انتخاب اور تعمیل ارشاد کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے دارالارشاد اسلامک میں جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت مدظلہ کے حجرہ خاص میں دیوار پر لگی ہوئی ایک فریم شدہ اخباری عربی عبارت اور نقش پر نظر پڑ گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے قریب سے دیکھا اور پڑھا تو نیرنگی قدرت اور سائنسی اعتبار سے اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کی صداقت کی مزید شہادت سامنے آ گئی۔ بعد میں جب حضرت مدظلہ سفرِ عمرہ سے واپس تشریف لائے تو میری درخواست پر اس فریم شدہ اخباری خبر اور قلب کے عکس کی فوٹو کاپی مرحمت فرمائی۔ یحییٰ! آپ بھی عربی خبر کا اردو ترجمہ اور قلب انسان پر اللہ کے اسم ذات کا نقش جمیل ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک عجیب العقول علمی انکشاف نے سپیشلسٹ ڈاکٹروں اور میڈیکل کے ممتاز پروفیسروں کی ایک بڑی جماعت کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ رب العالمین جل جلالہ کا مقدس نام "اللہ" انسان کے دل پر نقش

ہے۔ اس سستی خیر واقعہ کو ریلیز (REALIES) رسالہ نے نشر کیا ہے۔ جناب ڈاکٹر خلوق نور باقی اس ہوش ربا انکشاف کا موجد ہے۔ جو ترکی میں امراض قلب کا ایک ماہر ڈاکٹر ہے۔ اس کے پیچ و مسلسل طویل ریسرچ نے اس حقیقت کا اور اکر کیا ہے کہ انسانی دل کے ایک حصہ پر خدا تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" کا کلمہ غریب انداز میں موجود ہے۔ جناب ڈاکٹر خلوق کا بیان ہے کہ ایک روز میں کسی علمی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک مجھے دل کی ایک تصویر پر لفظ "اللہ" نظر آنے لگا جو دل کے درمیان تحریر شدہ تھا میں نے سوچا شاید یہ میرا تخیل ہے۔ میں نے تصویر کو قریب سے بار بار دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ دل کے اندر کسی ماہر خوشنویس نے اپنی انگلیوں سے "اللہ" کا مبارک نام لکھ دیا ہے۔ پھر میں نے کئی سال مسلسل انسانی دلوں کو کٹھن مسلسل تجربات کئے۔ جدید ترین سائنسی آلات استعمال کئے۔ ریسرچ و تحقیق کا ہر ممکن وسیلہ اپنایا تو اس نتیجہ پر پہنچا اور اب میرا ایمان بھی یہی ہے کہ "اللہ" کا نام انسانی دل پر نقش ہے اور یہ بات صحیح اور واقعی حقیقت پر مبنی۔ نیز اس بات کا مشاہدہ میں نے اس نقشہ میں بھی کیا ہے جو مغربی ماہرین امراض قلب ڈاکٹروں کا تیار کردہ ہے۔ جتنا یہ کہ دل کے جملہ پرزے با عظمت ہیں اور دل کے اس پوشیدہ خزانے پر خدائی دستخط ہرگز کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ ہم دل کے بائیں جانب اس دستخط کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ انسانی جسم میں دل کا یہ نو تھڑا جس پر زندگی کا مدار ہے) ہمیں زندہ گی کی ناپید کن راہمیت کا احساس دلارہا ہے۔ ریلیز (REALIES) رسالہ نے اس خبر کے ساتھ دل کی وہ تصویر بھی شائع کی ہے جس پر "اللہ" کا اسم ذات صاف نظر آ رہا ہے۔

دین اسلام سائنس اور سرجری کی ضرورت و اہمیت کے اعتراف اور اس کے اپنانے کی تعلیم دیتا ہے اور مردہ قلوب میں حرارت حیات دوڑانے کے ساتھ عصر حاضر کے تاریک دلوں کو انسانیّت اور ایمان سے روشن کرنے کو اپنا ہدف قرار دیتا ہے۔ جو دل اللہ کی عظمت، سچائی صداقت، انسانی اقدار، ابدی حقائق اور خدا کی معرفت سے تہی دامن اور ایمان کی روشنی سے خالی ہوں۔ اسلام ان کو زیادہ توجہ کا مستحق سمجھتا ہے۔ تاہم مسلمان کے نزدیک غیبی حقائق کی تصدیق اور ایمان کے لئے کسی سائنس اور مشاہدے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ جس ذات نے حقائق اور خواص اشیا کی پردہ درسی کی صلاحیتیں انسان کو عطا فرمائی ہیں، کیا وہ خود اس کائنات اور اس کی مخلوقات میں۔ تمام اسباب اور عادات توڑ کر ہر قسم کے تصرفات پر قادر نہیں ہوگا؟

انسان اپنی فطرت، خلقت اور سرشت کے اعتبار سے اللہ وحدہ لا شریک کا قائل، موحد اور فرماں بردار ہے۔ مگر والدین، اسوئٹی تہذیب، بالخصوص عصر حاضر کی تہذیب نے تو اپنے حیوانی فلسفہ اور طور طریقوں سے اس کے باطن کو خنزیریوں، کتوں، بلیوں، گدھوں، چوہوں اور بندروں کے سانچے میں ڈھال دیا اور مسخ کی باقی رہی سہی کسر اب کی بے حیائی اور جدید خدایزادہ تہذیب کی یلغار سے پوری کی جا رہی ہے۔

عقل و خرد اور دانش و فہم کی خدائی و دیعت جن لوگوں نے ضائع نہیں کی ان کے لئے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اور جدید سائنسی انکشافات ترقی و کمالات کے ہر زینہ پر پکار پکار کر خدائے کی خالقیت اور وحدانیت کی دعوت دے رہے ہیں۔ انہیں صرف قلب انسانی میں نہیں، انسان کی زبان میں نہیں کائنات کے ہر ذرہ میں خدا کا نام، اس کی تخلیقی کاریگری اور بے مثال کام اور محبوب حقیقی کا جلوہ جہاں آرا نظر آتا ہے۔

وہ کون سی جا ہے جہاں جلوہ محبوب نہیں

شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر

اور ایک صاحب دل، محب صادق اور دنیا میں جمال اور وصال یار سے ہکنا رنے ٹو یہاں تک کہہ دیا ہے

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است

در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چسیت

مگر عصر حاضر کا جدید تعلیم یافتہ، مغربی افکار کا دلدادہ اور تہذیب نو کا مہذب انسان جسے فیاض ازل نے احسن تقویم اور کرامت عظمیٰ کی دولت سے نوازا تھا اپنے اعمال و کردار، بد باطنی اور کج فکری کے ہاتھوں دوبارہ اسفل السافلین کی طرف لوٹ رہا ہے۔ جدید سائنسی وسائل، کمپیوٹر اور الیکٹرانک کے ذریعہ مردہ دلوں کو مقوڑی ویر کے لئے متحرک تو کیا جاسکتا ہے مگر انسانیت اور رحمدلی سے عاری، دہریت و خدا بیزاری سے معمور بے نور دلوں کا سائنس کے پاس کوئی علاج نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ خود ان کے اپنے باطن، اخلاص و لہیت ذوقی طالب و محبت اور علم و دانش سے تہی و تاریک اور مضطرب ہیں۔ ایمان و یقین اور تصور آخرت جس سے مردہ دلوں کی مسیحائی ہوتی تھی، اجڑے ہوئے دل معمور اور آباد ہوتے تھے اس دولت کو پامال کر دیا گیا۔ حقیقتیں اور استناد مسخ کر دی گئی اور دل ایمان و یقین کی روشنی سے محروم ہونے کے انجام تک پہنچا دئے گئے۔

جس قدر تسخیر خورشید و قمر ہوتی گئی زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

کائنات ماہ و انجم دیکھنے کے شوق میں اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

دل کی دنیا، دل کا جہان، اور دل کی کائنات ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہر قوم، ہر تہذیب، عقل و دانش اور ہر زبان و ادب اور فکر و نظریہ اسے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حدیث رسول میں ہے، "القلب عرش الرحمن"، انسان کا دل اللہ کا مکان ہے۔ جدید سائنسی تحقیق اور مذکورہ ڈاکٹری بینل کی سرجری اس کی شاہد عدل ہے۔ دل اور محبوب، قلب اور مقلب القلوب، ارباب قلوب اور اہل دل حضرات کے ہاں لائق اور ملزوم رہے ہیں اور شعرا کے ہاں اس کے بعض انداز کتنے پیارے دلچسپ اور دل عاشق کی دھڑکن بن کر سامنے آتے رہے مثلاً۔

جنہیں میں ڈھونڈتا پھر تاتھا آسمانوں میں زمینوں میں  
وہی نکلے میرے خلوت خانہ دل کے مکینوں میں

فارسی میں دو شعر ملاحظہ فرمائیے

بیرون دل نہ توں یافت ہرچہ خواہی یافت کدام گنج کہ درخانہ خراب تو نیست  
ز سیر عالم دل غافلیم ورنہ حساب سرے اگر بگربیاں فرود دریا ہست  
دل کا خزانہ بہت قیمتی خزانہ اس کی قیمت بازاری نہیں جوہری جانتے ہیں فارسی کا ایک اور شعر اور  
صوفیانہ تخیل ملاحظہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے

بہ خط و خال و خواباں مدہ خزینہ دل  
بدست شاہ و شہری وہ کہ محترم دارو  
اور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کا وجد آفریں اور جذباتِ محبت سے معمور شعر اور دل کی عظمت کا  
تصور کیا کہنا؟

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیارِ دل

سج رہا ہے شاہِ خواباں کے لئے دربارِ دل

اور محمد زکی کیفی مرحوم نے غضب ڈھایا ہے

بزمِ ہستی میں ہمیں اور تو کیا لینا ہے ہاں مگر دل کے تڑپنے کا مزہ لینا ہے  
دل میں اک جذبہ بے تاب اگر ہے موجود منزلِ یار کو دو کام میں جا لینا ہے  
کیفی مرحوم کا ایک دوسرا شعر اپنے معنی و مضمون اور تصور و مفہوم کے ساتھ اہل دل کے لئے کتنی بہترین  
سوغات ہے

زخمِ دل جن کی کساک سے زندگی حساس تھی

آہ وہ بھی رفتہ رفتہ مندمل ہونے لگے

بہر حال دل ایک ایسا ادارہ ہے جس نے اس میں تعلیم و تربیت حاصل کی اس کی ناکامی کا کوئی سوال نہیں جو  
وہاں سے نکلا وہ ضائع نہیں ہو سکتا وہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں سے صرف ائمہ فقیہ، مجتہدین فکر، واضعین  
علوم، قائدین فکر و اصلاح اور مجددین امت ہی پیدا ہوئے ہیں وہ جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں اس کے سمجھنے  
میں عام مدارس اور یونیورسٹیاں طلباء اور اساتذہ مشغول رہتے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی چیزیں درس کے طور  
پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان کی تصنیفوں کی شرحیں لکھی جاتی ہیں۔ ان کے اجمال کی تفصیل کی جاتی ہے ان کے ثابت

یہ نظریات کی تائید و تشریح ہوتی ہے ان کے ایک ایک لفظ پر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور ان کی ایک ایک بات سے پورا پورا کتب خانہ تیار ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں تاریخ پڑھائی نہیں جاتی بلکہ نئی بنائی جاتی ہے وہاں افکار و نظریات کی تشریح اور توضیح نہیں ہوتی بلکہ افکار و نظریات وضع کئے جاتے ہیں۔ آثار و نشانات کے کھوج نہیں لگائے جاتے بلکہ وہاں سے آثار و نشانات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ دل رہا اور دل کا سہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں پایا جاتا ہے۔ یہی وہ داخلی مدرسہ ہے جو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر انسان اس سے اٹھاتے ہر مقام پر لئے پھرتا ہے۔ دل کا مدرسہ ضمیر اور وجدان کا دبستان ہے۔ وہ ایک ایسا مدرسہ ہے جہاں روحانی پرداخت اور الہی تربیت ہوتی ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ خارجی مدرسہ کی بہ نسبت دل کے داخلی مدرسہ نے انسان کی زندگی میں ایک درو و سوز تپ و تاب سے زبردست قوت اور توانائی بخشی ہے۔

خونِ دل و جگر سے ہے سراپا یہ حیات

فطرتِ لہو ترنگ ہے، غافل نہ بل ترنگ

مذکورہ صدر سائنسی اکتشاف سمیت موجودہ سائنس کی تمام جدید تحقیقات اور نت نئے اکتشافات اسلام کی تعلیمات ہدایات، ابدی صداقتوں اور عالم غیب کے بارے میں ان اعتقادات کی تائید اور تائید و کرامات کے ان خرمی عادت مثالیوں کی تصدیق کر رہی ہیں۔ جن کا ظہور نہایت کرام اور خدا تعالیٰ پر بندوں کے ہاتھوں ہوا۔ جن کو علوم نبوت سے عاری تعلیمات اسلام سے بے بہرہ عقل اور مادہ کے استہکام ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ کبھی انہوں نے قرآنی آیات پر یہ تنبیہ کی کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کئے ہاتھ اور پاؤں اپنے اپنے اعمال و افعال کی آخرت میں شہادت دیں گے۔ آخر ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو کہاں سے لگ جائے گی؟ کم ظرف اور کم ایمان لوگ ان کے اس اعتراض کو اٹھائے لئے پھر کرتے تھے۔ ریڈیو ٹیپ ریکارڈر، آڈیو اور وڈیو کیسٹوں اور جدید صوتی سماعتی اور بصری آلات نے ان بندہ گانہ اس بات کے ماننے پر مجبور کر دیا اگر لوہا پلاسٹک کی پٹی، کیسٹ کا فیٹہ بول سکتا ہے اور انسانی منہ کا اچھوٹا سا دھڑکا بول سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے گویائی کی طاقت دی تو وہ بدن کی کھال اجسم اور چمڑی کے بال کو بھی گویائی کی قوت دے سکتا ہے۔

یہ پیستوں اور بزمِ خود عقلمندوں نے امتِ مرحومہ کے عقیدہ معراج جسمانی کا اس لئے انکار کر دیا تھا کہ ان کو یہ باور نہ تھا کہ انسان کس طرح فضاؤں میں اڑ سکتا ہے؟ مگر آج خلائی کازانوں اور فضائی جنگ، جہازوں راکٹوں اور میزائلوں کے تصرف نے معراج کو بھی تجربہ اور مشاہدہ کی

۱۰۔ وہ میں لاکھڑا کر دیا۔ اور کل کے عقلی فیصلوں نے آج کے مشاہدہ کے سامنے سپر ڈال دیا۔  
 کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ قیامت کے روز ہر شخص کے اعمال کا وزن، آنکھوں کی چوریاں دماغی فکر کے مختلف زاویے  
 دل کی دھڑکنیں، عزائم اور ارادے، افعال کے اوزان اور اقوال کے میزان کا معیار کیا ہوگا؟ دنیوی فکر و ذہن  
 کے سانچے میں چونکہ بظاہر یہ بات نہیں ڈھل رہی اس لئے یہ ممکن بھی نہیں۔ عدم تجربہ اور عدم مشاہدہ سے وہ  
 عدم وجود کے غلط نظریے کے قابل بلکہ داعی اور مبلغ تھے۔ مگر آج جب سائنسی اوزان، معیارات اور ترازوؤں  
 کے ذریعہ لطیف سے لطیف اشیا حرارت، برودت اور ہوا تک کو تولاجار رہا ہے انسان کے اخلاقی احساسات  
 تک معلوم کرنے کے آلات ایجاد ہو چکے ہیں تو سب نے کہا کہ اس سے تو آخرت میں وزن اعمال کا مسئلہ بھی  
 تو عقل و فہم کے قریب آگیا ہے۔

بعض ظاہر بینوں نے حضرت عمرؓ روق کی آواز کا سینکڑوں میل کی مسافت پر پہنچنے پر استبعاد  
 کا اظہار کیا اعتراضات کئے، اچھا! عقل و خرد کے خلاف قرار دیا۔ مگر اب ہزاروں میل سے ریڈیو، والیس  
 اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ اصوات اور تصاویر کے انتقال نے کرامت فاروقی کی تصدیق کر دی ہے۔  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شوق صدر کو بھی ظاہر بینوں نے تختہ مشق ستم بتایا۔ حضورؐ  
 کا سینہ چاک ہونے سے عصر حاضر کے فلاسفوں، ظاہر بینوں اور کج فہم سائنس دانوں کو اچھٹھا رہا مگر آج  
 کے جدید معالجات، دل کی سرجری اور اعضائے رئیسہ کے آپریشنوں کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے شوق صدر کے مجھے اخبار، غیبی معانی اور حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

جناب ڈاکٹر خلوق نور باقی کا تازہ ترین علمی اور سائنسی انکشاف کیا۔ اس بات کا منہ بولتا اور عملی ثبوت  
 اور جدید سائنسی شاہد نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سال قبل یہ جوارث افرمایا تھا کہ:-

کل مود یولد علی الملة فابواہ یمحدانہ ویبصرانہ ویشرکانہ فی رولیتہ

کل مود یولد علی الفطرق

فطرت و رکت سے یہی تو مراد ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے اور اس کے قلب میں اللہ کی توحید ہوتی  
 ہے۔ وہ عنایت لے کر آتا ہے ایسا دل جس پر اللہ کا نام کندہ اور اس کی عظمت کی پرچھائیاں غالب ہوتی ہیں  
 مگر والدین ماحول سوسائٹی اور تہذیب اسے اپنے اپنے سانچوں میں ڈھال دیتے ہیں۔

کوئی قادیانی  
 استاذ اسلامیات کا مضمون نہیں پڑھا سکتا  
 اس پر عمل درآمد ہر مسلمان عاشق رسول کا دینی فریضہ ہے  
 عالمی مجلس حفظ و تحریک توحید و توحید ہوا مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان، پاکستان

## قومی عصبیت

اور

## علاقائی ولسانی عفریت

گذشتہ کئی ماہ سے سندھ بالخصوص کراچی پر کیا گزری۔ مسلمان، مسلمان کے ہاتھوں بے ابرو ہوئے، اجل گئے لٹ گئے۔ اس پہلے ڈھاکہ میں بھی ملکی اور غیر ملکی کے نام پر یہی کچھ ہوتا رہا اِن فی ذلک لذكری لمن کان له قلب لیسع و هو شهید پاکستان جس نام پر بنا تھا۔ اس کے لئے مہاجرین نے گھر بار اور عزت و عصمت اُٹا اور انصار نے سب کچھ نثار کر دیا مگر ۴۳ سال میں وہ چیز سامنے تو کیا آتی پس پردہ ڈال دی گئی۔ نتیجہ وہی پاکستان حاکم بدین ریت کا تودہ ثابت ہونے لگا اگر دعویٰ اور عمل میں تضاد نہ ہوتا اور قول میں سچائی ہوتی تو پاکستان اسلام کا ایک عظیم قلعہ ہوتا اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء مگر اب تو اس کی عمارت علی شفا جوف ہار کے گرتے ہوئے کنارے پر دکھائی دیتی ہے کروڑوں مسلمانوں نے ملک و وطن کو خیر باد کہا۔ ادھر کی ہجرت کی۔ بنگال نے ہٹکے نہیں دیا اب سندھ بھی انہیں ٹکنے نہیں دیتا۔ سندھی انہیں مار رہا ہے ہر حد پر بختیوں کا دعویٰ ہے۔ پنجاب سے گجنان۔ ہے تو لیلائے پاکستان پر لٹ مرنے والوں کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔ صرف یہ نہیں بلکہ کچھ اب تک اس کی پادشہاوت کے مختلف اضلاع چل رہے ہیں۔ اور جو ادھر آئے اب علاقائی قومی اور لسانی عفریت کی نذر ہو رہے ہیں قرآن نے تو اتحاد و یگانگت کا ایک ہی نسخہ تجویز کیا تھا کہ وہ ہیں اسلام اور دین کے علائق۔ مگر وہ رسی تو اپنے کٹتی چلی گئی اب روئے زمین کی کوئی طاقت، کوئی مادی سہارا، کوئی خوشنما اقتصادی پروگرام اور کوئی دلکش مآثر قومی نعرہ اس کی شیرازہ بندی نہیں کر سکتا۔ قرآن نے اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا اشارہ کیا۔ لا انفقت ما فی الارض جمیعاً لما المقت بین قلوبہم اگر تو دنیا کا ہر مادی فریضہ منصوبہ اور نعرہ لگا دیتا تب بھی انہیں یک جا نہ کر سکتا۔ یہ تو صرف اللہ نے انہیں (دین اور اسلام) کی رستی سے باہم جکڑ دیا ہے۔ یہ سوال کے بس کی بات نہ تھی کہ دنیا اور اس کے سارے وسائل کے بھی اپنی امت کو یک جا کر دیتے جب تک ذریعہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو نہ بتاتے تو موجودہ دور کے علاقائی، اقتصادی اور سیاسی نعرہ بازیوں وجود نہ ہونا ک مثالوں کے سوا اور کیا ظاہر ہو سکتا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

## انسانیت کے محسن اعظم

وہ مزید لکھتا ہے :-

” جس وقت مغلوں دھاوا کیا تو جرمن فوجیں اور پولیسند کی فوجیں مغلوں کے حملہ کی تاب نہ لاسکیں۔ اور مغلوں نے ان کو تقریباً نیست و نابود کر دیا۔“

لیکن دفعۃً معجزہ کی طرح ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے تاریخ کا رخ ہی بدل دیا اور متہمدن دنیا کو اطمینان کا سانس لینے ہی کا نہیں بلکہ تمدن و تہذیب، قوت و استحکام اور ترقی و خوشحالی اور علم و فکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقعہ دیا۔ وہ یہ کہ ناقابل تسخیر فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دہشت و پامسلانوں کے دین کی حلقہ بگوش بن گئی۔ جو اپنی ہر قسم کی مادی و سیاسی طاقت کھو چکا تھا اور جس کے پیروؤں کو تاریخی سخت ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آر نالڈ (T. W. ARNOLD) اپنی مشہور کتاب ”دعوت اسلام“

PREACHING OF ISLAM میں استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

” لیکن اسلام اپنی گزشتہ شان و شوکت کے خاکستر سے پھر اٹھا اور واغظین اسلام نے انہیں وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا مسلمان کر لیا۔“

جن مخلصین نے اس خون آشام تاریخی قوم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ ان میں بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں۔ مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخ عالم کے کسی تعمیری، اصلاحی یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں۔ ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر، نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت تک رہے گا کہ انہوں نے دنیا کو وحشت بربریت اور ایک بے یقینی اور سرسبز بیگمی کی عالمگیر کیفیت سے نکال کر نظم و انضباط، علم دوستی و علم پروری، جو ہر شناسی اور فضل و کمال کی قدردانی کی فضا میں منتقل کر دیا۔ اور علم و فکر، تصنیف و تالیف، تدریس و تعلیم فن و ادب نے ایک معتدل فضا اور فضل و کمال اور محنت و جگر کاوی کی قدر کرنے والوں کے سایہ میں نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارلائل THOMAS CARLYL نے تمام پیغمبروں میں  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہیرو منتخب کیا تھا اور اب بیسویں صدی کے اخیر میں امریکہ کے مائیکل ایسچ ہارٹ  
(MICHAEL H. HART) نے ان لوگوں کی فہرست میں جو تاریخ عالم میں انسانیت پر سب سے زیادہ اثر  
انداز ہوئے ہیں۔ آپ ہی کا نام سر فہرست رکھا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور آپ کی پیداوار تربیت کی ہوئی امت کے پوری نسل  
انسانی پر جو ناقابل فراموش احسانات ہیں اور اس تہذیب و تمدن کے بقا و ارتقاء کے عمل میں اس کا جو  
عظیم اثر ان کے دربار ہے اس کو ہم مختصراً دو ناقابل انکار تاریخی واقعات کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔  
تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں اچانک دنیا کے تمدن کا  
تہذیب و تمدن، علم و ثقافت، اخلاق و انسانیت اور وسیع ترین اثرات رکھنے والے دو مذہبوں اسلام اور  
عیسائیت، ان کے پیروں اور ان کی قائم کی ہوئی وسیع ترقی یافتہ اور زرخیز سلطنتوں اور خود انسانیت  
کے مستقبل کو ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ماضی کی سب کوششوں پر پانی پھیر دینے والی، مال  
کے حسن و جمال اور فضل و کمال پر خط تنسیخ پھیر دینے والی اور مستقبل کے تمام روشن امکانات کو مشکوک  
و محم بنادینے والی تھی۔ نیم وحشی تاتاریوں اور منگولوں کا اپنے غیر معمولی اور عبقری GENIUS قائد  
چنگیز خان (تیموچن) کی قیادت میں تمدن مغربی و شمالی دنیا پر اچانک حملہ تھا جو ۵۶۶/۱۲۱۹ء سے شروع  
ہوا۔ اس حملہ کی ہولناکی، ہوش ربا فی اور اس کے دنیا کے پورے تہذیبی و تمدنی، دینی و علمی، عقلی و فکری  
تعمیری و معنوی ورثہ کو برباد کر دینے کی صلاحیت اور اس کے آثار و امکانات کے ظاہر ہو جانے کا اندازہ  
ان چند اقتباسات سے ہو گا جو ہم چنگیز خان کے مستند مورخ ہیرلڈ لیمب HAROLD LAMB کی  
کتاب GENGHIS KHAN سے پیش کرتے ہیں۔

”اس راستہ میں جو شہر آتے اکثر حرف غلط کی طرح مٹ جاتے، دریاؤں کو رخ بدل  
جاتے۔ صحرا کے صحرا سراسیمہ اور لپ مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے۔ اور اس کے گزر  
جانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے بھیر بھوں اور گرگسوں کے سوا کوئی زندہ

HART, MICHAEL H. THE 100 — A RANKING OF THE MOST

INFLUENTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK, 1978. P 26

۱۔ مغربی مصنفین اور انگریز نگارین نے تاتاریوں کو MONGOLS کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مخلوق باقی نہ بچتی۔

عیسائی دنیا بھی چنگیز خان کی موت کے بعد منگولوں کی اگلی پشت کے مقابلہ میں اتنی ہی سرا سیمہ و حیران تھی جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے۔ پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا ہزینیت کھا کے جنگ کے میدانوں سے بھاگے تھے۔ اور سائی لیبیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوتانی شہسواروں کے ساتھ روٹا ہوا لیگ نٹز۔ LIEGNITZ میں مارا گیا تھا۔“

”یہ ایک ایسی جنگ تھی جو حد سے متجاوز تھی۔ اس حد تک جیسی دوسری عالمگیر جنگ۔ یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتل عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا۔“

”انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ منگولوں کو روک سکیں۔ دشت و صحرا کے تمام خطروں پر وہ غالب آئے۔ پہاڑ۔ سمندر۔ موسمی سختیاں۔ قحط۔ ویاہیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہو سکا۔ کسی قسم کے خطروں کا انہیں خوف نہ تھا۔ کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی۔“

”اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ تہذیب و تمدن پر اس کا حملہ اس قدر ہولناک و تباہ کن تھا کہ نصف کرہ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتدا کرنی پڑی۔ پریسٹر جان کی حکومت اور ختا۔ قراختائی۔ خوارزم اور اس کے مرنے کے بعد بغداد۔ روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ جب یہ ناقابل شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہو جاتیں۔ حالات کی

HAROLD LAMB, GENHIS KHAN (LONDON-1928) P. 11, 12

۱

۵۶۲۷ء لیگ نٹز۔ LIEGNITZ جرمنی کی مشرقی سرحد کے قریب واقع ضلع وروکلا WROCLAW پولینڈ میں وروکلا شہر کے

قریب پستی ہے اس کا نیا نام لگنیکا (LEGNICA) ہے ۱۲ GENGHIS KHAN. OP. CIT. P. 12

۱۲ IBID, P. 210

۱۶۶ GENGHIS KHAN OP. CIT. P. 166

پوری رفتار چاہیے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بری۔ بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے بعد جو لوگ باقی بچتے ان کے درمیان عرصہ تک امن قائم رہتا ہے۔  
کیمبرج کی تاریخ عہد وسطی کے مصنفوں نے منگولوں کے اس لہزہ خیز حملہ کو ان الفاظ میں

بیان کیا ہے :-

”تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے جنگیز خان سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبیلانی خان پر ختم ہو گیا جس کے زمانہ میں مغلوں کی سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم و تفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کر دیے ایسی طاقت پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہ ہوئی“۔  
چلے اور اس کی دہشت ترکستان، ایران و عراق تک محدود نہ تھی۔ یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیل چکی تھی۔ یہاں ان نیم وحشی تاتاریوں کا پہنچنا ایک بعید اند قیاس بات تھی۔ گبن GIBBON اپنی مشہور کتاب ”تاریخ انحطاط و سقوط روما“ (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھتا ہے :-

”سوڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی۔ ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے۔“

تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بچا دی۔ اور اس کو ایک تودہ خاک بنا دیا۔ شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا۔ پھر سمرقند کو خاک سیاہ کر دیا۔ اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرمی شہروں کا ہوا۔ اس کا پورا مکان تھا اور یورپ کی اخلاقی حالت، سیاسی انتشار و ابتری اور معاشرہ کی وہ خرابی جس کا ہم نے حقیقت پسند اور حقیقت نگار مغربی مصنفین کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس کی دعوت دیتے تھے اور اس کے لئے فضا ہموار کرتے تھے کہ عالم اسلام کے آخری متحدہ طاقت

GENGHIS KHAN, OP CIT. P. 210 IBID. P. 206

EDWARD GIBBON THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE VOL III, NEW YORK  
N. d. P. 634

خوارزم شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنے اور عالم اسلام کے مرکزی آباد اور گلزار شہروں کو کھنڈر بنانے کے بعد تاتاری مسیحی مغرب کا رخ کریں۔ اور اس کا بھی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔

ایچ۔ جی۔ ولز (H. G. WELLS) کا قول ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہ  
 ”اگر کوئی سیاسی پیشین گوئی ساتویں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے۔ کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیر اقتدار آجائے گا۔“

ہیرلڈ لمب (HAROLD LAMB) لکھتا ہے۔

”چنگیز خان کی جہاں آشوبی و غارت گری نے تمدن کو ایسا سخت صدمہ پہنچایا کہ نصف دنیا میں تہذیب و شائستگی کو مگر کرانہ سر نہ جنم لینا پڑا۔ خوارزم کی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دنوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مٹ گئیں۔“

چنگیز خان کی سلطنت اس کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار شاخوں میں بٹ گئی تھی۔ ان چاروں شاخوں میں اسلام کی اشاعت تیزی کے ساتھ شروع ہو گئی۔ اور تاتاری خاقان اور ان کی دعوت و تبلیغ و اثر سے تاتاری قوم مسلمان ہو گئی۔

اسلام کی اس اشاعت کا فرض انجام دینے والوں اور ان بزرگوں اور کارپردازان حکومت کے واقعات کا جن کی اخلاقی بندہی۔ دل آویزی۔ ذاتی کرم اور خلوص و روحانیت کے اثر سے یہ خون آشام اور جنگ جو تاتاری اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ آج بھی دلوں کو ترپاتے اور روجوں کو گمراہ دیتے ہیں۔

”تاتاری من حیث القوم نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان میں بڑے بڑے مجاہد، بڑے بڑے عالم اور فقیہ

A SHORT HISTORY OF THE WORLD. OP. CIT. P. 144

GENGHIS KHAN, OP. CIT. P. 206

سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون نگار کی کتاب ”تاریخ دعوت و عزیمت“ حصہ اول ص ۳۲۲-۳۳۲ بعنوان ”تاتاریوں میں

اشاعت اسلام“ ان کے بعض نمونے پروفیسر آرنلڈ کی کتاب PREACHING OF ISLAM اور صاحب مقالہ

کی کتاب ”تاریخ دعوت و عزیمت“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اور بڑے بڑے باخدا اور ویش پیدا ہوئے۔ ان میں متعدد مستند اور دانشور اور ادیب و شاعر ہوئے۔

تاتاریوں کا قبول اسلام جس سے ان کا مزاج، ذوق و رجحان اور انسانیت و تمدن کے بارے میں نقطہ نظر بدلا صرف اسلامی مشرق پر ہی احسان نہیں ہے۔ بلکہ مسیحی مغرب اور ہندوستان کے براعظم SUBCOTINENT پر بھی احسان عظیم ہیں۔ جیسے پراسی ساتویں صدی ہجری (نیرھویں صدی عیسوی) میں انہوں نے بیس تیس یا چلکے مگرتر کی النسل مسلمان سلاطین نے جن میں سلطان علاؤ الدین خلجی (م ۷۱۶ھ ۷۳۱ھ) اس کا فوجی قائد الملک الغازی غیاث الدین تغلق شاہ (م ۷۲۵ھ ۷۳۲ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہر باران کو سپا کر دیا۔ اور اس طرح یہ قدیم ترخیز ملک اور اس کا تہذیبی و علمی ورثہ اور خود وہاں کے دو بڑے مذاہب اسلام اور ہندو مذہب (اپنی ساری شاخوں کے ساتھ) تاتاریوں کی غارت گری سے محفوظ رہے۔

عالم انسانیت اور بالخصوص مغرب پر (جس کو مستقبل قریب میں اہم اور انقلاب انگیز علمی اکتشافات، ایجادات و اختراعات اور زندگی اور باہمی واقفیت کو سہل بنانے والے وسائل و آلات کا دریافت کرنے والا، اور دنیا کے دسترس میں دینے والا ملک بننا تھا) امت مسلمہ کا رنامہ اور احسان تھا۔

اس کے بالمقابل اس کا ایک دوسرا کارنامہ یورپ کو علم و فکر کے نئے سرچشموں سے نہ صرف متعارف کرنا بلکہ ان سے مستفید کرنا تھا۔ جس نے یورپ کی قرون مظلمہ (DARK AGES) میں اس کو کونسی روشنی دکھائی اور اس نشاۃ ثانیہ کے لئے راہ ہموار کی۔ جس نے نہ صرف یورپ کی دنیا بدل دی بلکہ پوری دنیا کو نئے حقائق و معلومات سے آشنا کیا

اور تجربی علم کا وہ دور شروع ہوا جس نے اس دنیا کی کاپی لپٹ دی یہ اندلس (MUSLIM SPAIN) جس کے راستہ سے یورپ میں قدیم علمی ترکہ (فلسفہ و حکمت، ریاضی و طب) منتقل ہوا۔ اس نے مغرب کو جو سب سے بڑا علمی تحفہ دیا وہ حقیقت پسندی اور منطق استقرائی (INDUCTIVE LOGIC) کا تحفہ تھا اور جس نے قیاس و استخراج کی جگہ لی۔ جس نے مغرب کے طریق فکر ہی کو بدل دیا اور اس کے نتیجے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو نہ صرف ترقی کرنے کا موقع ملا بلکہ حقیقت میں ان کا وجود عمل میں آیا۔ مغرب کی ساری تحقیقات، سائنس کے تجربات اور تسخیر کائنات کی جزئی و محدود کامیابیاں اور زندگی کے سفر کی مشکلات کا کسی حد تک ازالہ اسی "منطق استقرائی" کا نتیجہ ہے جس سے یورپ نا آشنا تھا اور جو اس کو آرزو خیال اور جرات مند محققین کی تحقیق کے مطابق مسلمان اسپین کے ذریعہ حاصل ہوا۔ ہر فرانسیزیسی فاضل اور مورخ GUSTAVE LEBON لکھتا ہے :-

"لوگ تجربہ اور معائنہ (منطق استقرائی) کو جدید علمی تحقیقات میں بنیاد کا درجہ دیتے ہیں

FRANCIS BACON کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب

اس کا اعتراف کیا جائے کہ یہ پورا طریقہ اور نظام فکر عربوں کی دین ہے۔  
 رابرٹ بری فالٹ (ROBERT BRIFFAULT) اپنی کتاب "تعمیر انسانیت" میں لکھتا ہے :-  
 یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو اور اس کی  
 ایسی نمایاں یادگاریں نہ ہوں جنہوں نے زندگی پر بڑا اثر نہ ڈالا ہو؟  
 دوسری جگہ لکھتا ہے :-

”صرف طبعی علوم ہی (جن میں اندلسی عربوں کا احسان مسلم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے  
 ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم شان اور مختلف  
 النوع اثرات ڈالے ہیں۔ اور اس کی اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب اسلامی تہذیب  
 تمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوتی ہیں۔  
 یورپ کی دینی تاریخ اور عیسائی کلیسا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے پاپائی نظام کے مصلحین اور اس کے بانیوں  
 پر اسلام کے ذہنی و فکری اثرات کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں :-  
 سوٹھویں صدی عیسوی میں برپا ہونے والی موٹھر (LUTHER) کی تحریک اصلاح میں بھی اسلامی تعلیمات کا انعکاس  
 ملتا ہے جیسے کسی مشیشہ میں دور کی روشنی کی شعاعیں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح قرون متوسط کی قدامت پرستی اور کلیسا کی جبر  
 کے خلاف تحریکوں سے یہ روشنی چھن چھن کر نظر آتی ہے۔

حضرات! ان دونوں انقلاب انگیز احسانات کا اخلاقی اور انسانی تقاضہ ہے کہ ان کے حقیقی سرچشمہ کی عظمت  
 اور احسان کا اعتراف کیا جائے اور اس کے بارے میں کسی تقریب و عنوان سے جب کبھی اظہار خیال کیا جائے یا اس کا علمی  
 و تاریخی جائزہ لیا جائے تو اس میں ہم ان اخلاقی قدروں کی پابندی کریں جو ہزاروں برس سے دنیا کی مختلف قوموں،  
 تہذیبوں اور فلسفوں میں قابل احترام چلی آرہی ہیں اور اس میں ہم کبھی ثقافت و متانت، توازن و اعتدال اور  
 انصاف و حق پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں اس کی تعلیم تمام مذہبی صحیفوں، اخلاقی تعلیمات اور بلند مرتبہ  
 مؤرخین و ناقدین کے کردار و عمل نے دی ہے۔ اور اس پر مذاہب و اقوام ہی نہیں بلکہ علم و دانش کے تبادلہ اور

۱۔ تمدن عرب ان گشت ولی بان ترجمہ از فریخ شمس الطار سید علی بلگرامی ص ۴۰۰۔ مطبوعہ اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ ۱۹۸۵ء

۲۔ ROBERT BRIFFAULT. THE MAKING OF HUMANITY ص ۲۰۲

۳۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مارٹن بوٹھر پر مقالہ

ہم استفادہ کا عمل قائم ہے۔ اور جس کے بغیر علمی و ادبی کاوشیں اور تنقید و تبصرہ کا باوقار کام ایک سنجیدہ اور تعمیری عمل کے بجائے فحش ناول نویسی، ہزلیات اور دشنام طرازی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور اس سے وہ منفی، نکتہ آرا نگیز اور نفرت خیز نتائج رونما ہوں گے جن سے علم و ادب ہزار بار پناہ مانگتے ہیں۔ اور ان سے قوموں، ملکوں کے باہمی تعلقات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔

یہ ایک سطحی اور عامیانہ خیال ہے کہ اظہار خیال کی آزادی پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا فرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور جبر و استبداد کے عمل کے مرادف ہے۔ اور وہ کسی آزاد ملک کے آئین و دستور کو معطل کر دینے، یا ناقابل عمل بنا دینے کے ہم معنی ہے۔ اظہار خیال کی ایسی آزادی جو تمام اخلاقی حدود کو پار کر جائے۔ انسانییت کے عظیم القدر محسنین و معماروں اور پیشوایان مذاہب کے بارے میں وہ بتذل اور سو قیانہ زبان و اسلوب اختیار کرنے پر آمادہ کرے جو ہزلیات، وطن زیات اور ناول نگاری کے لئے کسی حد تک جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس سے تاریخی حقائق و مسلمات کا خون ہو۔ اور ان قابل صدا احترام مذہبی پیشواؤں اور پیغمبروں کے کرداروں ماننے والوں کے دل زخمی ہوں۔ اور ملکوں اور معاشرہ کے مختلف عناصر اور اجزائے ترکیبی کے تعلقات پر اثر پڑے۔ ایک ایسا عوامی فعل ہے جس کی کسی مہذب، امن پسند اور "بقائے باہم" کے اصول پر عمل کرنے والے ملک پر اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خود متعذر و مغربی مفکرین اور بلند مرتبہ دانشوروں نے اظہار خیال کی آزادی کو غیر محدود اور غیر مقید ماننے سے انکار کیا ہے۔ اور ایسی غیر محدود آزادی کو سلب کر لینے سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہیں۔ یہاں پر صرف دو بیانات پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ایسے اقتباسات اور شہادتیں ایک مقالہ سے زیادہ ایک مستقل کتاب کی طالب ہیں۔

"سنسشرپ یا شخصی اخلاقیات کے متعلق قوانین کو شخصی آزادی پر ناقابل برداشت

پابندی سمجھ کر احتجاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے سے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ جن آزادیوں پر یہ قوانین پابندی عائد کرتے ہیں وہ ایک بہتر (یا کسی بھی) معاشرہ میں انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہیں۔ اس کے برعکس قوانین کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضرورتیں لازمی نہیں ہیں یا یہ کہ ان ضرورتوں کا حصول ان اقدار کو قربان کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جو شخصی آزادی سے اعلیٰ تر اور انسان کی عینی ترین ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو محض اخلاقی نہیں بلکہ معروضی حیثیت رکھتی ہیں۔

کسی شخص یا کچھ لوگوں کی آزادی کی حد کیا ہونا چاہیے اس موازنہ پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور دوسرے اقدار مثلاً برابری، انصاف

مسرت، تحفظ یا امن عامہ کے تقاضے کیا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ غیر محدود نہیں ہو سکتی ہے۔  
سینیٹر بلیک اسٹون کی وہ تقریر جو امریکہ میں آزادی اظہار خیال کے قانون کی بنیاد تصور کی جاتی ہے۔  
اس میں اس نے کہا تھا کہ:-

”ہر آزاد شخص کو بلاشبہ یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ عوام کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے اس پر پابندی لگانا پریس کی آزادی کو ختم کرنا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسی بات چھپاتا ہے جو نامناسب، شہ انگیز یا غیر قانونی ہو تو اسے اپنی اس جسارت کی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی۔ پریس کو محتسب کی قدغن کے ماتحت کرنا آزادیِ ضمیر کو ایک ایسے شخص کے ذاتی رجحان پر چھوڑنا ہوگا۔ جسے علم، مذہب اور حکومت کے اختلافی مسائل فیصلہ کن اور غلطی سے مبرا مان لیا گیا ہو۔ لیکن خطرناک اور مجرمانہ تحریریں جنہیں غیر جانبدارانہ اور منصفانہ مقدمہ کے بعد نقصان دہ سمجھا جائے اس پر سزا دینا امن و امان، حکومت اور مذہب کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں پرشہری آزادی کی بنیادیں قائم ہیں۔ اور اس طرح افراد کا ضمیر تو آزاد ہے لیکن اس کے غلط استعمال پر سزا دینا تعزیریاتی قانون کا مقصد ہے۔“

حضرات! ہم اس مضمون کو علامہ اقبال کی ایک نظم پر ختم کرتے ہیں جس سے نہ صرف کانوں کا بلکہ دلوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا۔ بلکہ ان احسانات اور فتوحات کا استحضار بھی ہو جائے گا۔ جو بعثت محمدی اور ذات رسالت پناہ سے وجود میں آئیں اور جن کی مثال مذاہب و اصلاحات کی تاریخ اور نامورانِ عالم کی زندگی میں نہیں ملتی۔  
اقبال کہتے ہیں:-

|                          |                              |
|--------------------------|------------------------------|
| از دم سیراب آل امی لقب   | لالہ رُست از ریگ صحرائے عرب  |
| حریت پروردہ آغوشِ اوست   | یعنی امروزِ اہم از دوشِ اوست |
| اور لے در پیکرِ آدم نہاد | اونقاب از طلعتِ آدم کشاد     |

سے ISAH BERLIN IN MODERN POLITICAL THOUGHT (ed) WILLIAM

۲۴۲

ہر خداوند کہن را او شکست  
گر مئی ہنگامہ بدر و حنین  
سطوت بانگ صلوات اندر نبرد  
تینغ ایوبی نگاہ بایزید  
عقل و دل راستی از یک جام  
علم و حکمت شرع و دین نظم امور  
حسن عالم سوز احمر و تاج  
ایں ہمہ یک لحظہ از اوقات اوست

ہر کہن شاخ از نم اور غنچہ بست  
حیدر و صدیق و فاروق و حسین  
قراوت الصافات اندر نبرد  
گنجہائے ہر دو عالم را کلید  
اختلاط ذکر و فکر روم و رے  
اندر وں سینہ دل مانا صبور  
آنکہ از قدوسیوں گیرد خراج  
یک تجلی از تجلیات اوست

ظاہرش ایں جلوہ ہائے دل فروز

باطنش از عارفان پنہاں ہنوز

اس امتی لقب نبی کی خوش انفاسی کے فیض سے صحرائے عرب کے ریگزاروں میں گل و لالہ کی بہار آگئی۔  
آزادی کا جذبہ آپ ہی کی آغوش مبارک کا پروردہ ہے۔ اور اس طرح گویا اقوام عالم کی موجودہ ترقیاں  
آپ کے عظیم الشان ماضی کا ثمر اور نتیجہ ہیں۔

انسان کے پیکر خاکی میں آپ نے دم طرکنا ہوا دل رکھ دیا اور صحیح معنوں میں انسان کی صلاحیتوں کا پردہ اٹھایا  
اور اس کے جوہر ذاتی کو آشکار کیا۔

آپ نے تمام ہی خدایان کہن کو شکست فاش دی اور آپ کے فیض سے مرجھائی ہوئی شاخوں پر برگ و  
بار آنے لگے۔

بدر و حنین کی گرمی ہنگامہ آپ ہی کے جوش و خروش کے دم سے بھٹی اور حضرت صدیق و فاروق و حیدر  
کرام اور شہید عالی مقام حضرت حسین کی انقلابی شخصیتیں آپ ہی کی ہمہ صفت ذات کی تجلیات تھیں۔  
حالت جنگ میں بلند ہونے والی افواں کی سطوت و ہیبت اور تلاوت الصافات کی لذت و علاوت  
آپ ہی کی دی ہوئی ہے۔

صلاح الدین ایوبی کی شمشیر آبدار اور بایزید بسطامی کی نگاہ حقیقت بین دو عالم کے خزانوں کی کلید  
ثابت ہوئیں۔

ساقی کوثر کے جام سے عقل و دل دونوں ہی مسرت و سرشار ہو گئے۔ اور آپ کی تربیت گاہ میں رومی

کا ذکر اور رازی کی فکر فلک پیما ہم آہنگ ہو گئی۔

علم و حکمت، دین و شریعت، انتظام سلطنت اور دنیا کے اندر پھیلی ہوئی روحانی طلب و تلاش اور سینوں دروں کی بے قراری۔

الحرار اور تاج محل کا وہ محسن عالم سوز و دل افروز جو فرشتوں سے بھی خراج عقیدت لے لیتا ہے۔

یہ سب کارنامے آپ کے اوقات عزیز و گراما یہ کے ایک مختصر لمحے اور آپ کی بے شمار تجلیات میں سے ایک تجلی اور ایک جھلک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کے فیض ظاہری کے اثرات ان جلوہ ہائے دل فروز کی شکل میں تو ظاہر ہو گئے۔ لیکن آپ کے وجود مبارک کا باطنی پہلو عارفانِ کامل کی نگاہ سے اب بھی پوشیدہ ہے : (بشکر یہ تعمیر حیات لکھنؤ)

مؤتمر المصنفین کا سلسلہ مطبوعات (۲۰)

**خطبات حقانی** (حصہ اول)

افادات

مولانا عبد القیوم حقانی

رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ

پیش لفظ

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ

تعمیر انسانیت، دعوت تبلیغ، زہد و قناعت، وجودیت کائنات، قدر انکار خدا، سرمایہ داری اور اشتراکیت، جہاد افغانستان، کمیونسٹوں کے بے پناہ مظالم، کمینوزم کی اجمالی تاریخ، دو کردار اور دو محکمے اور کسی ایک دیگر اہم عنوانات پر نو خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ سب کے لیے نیکو مطالعہ، غور و تدبر کا سامان، نیک اعمال اور اصلاح انقلاب انسانیت کی ضرورتیں

ضبط و ترتیب: مولانا قاری محمد رمضان

**مؤتمر المصنفین**

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

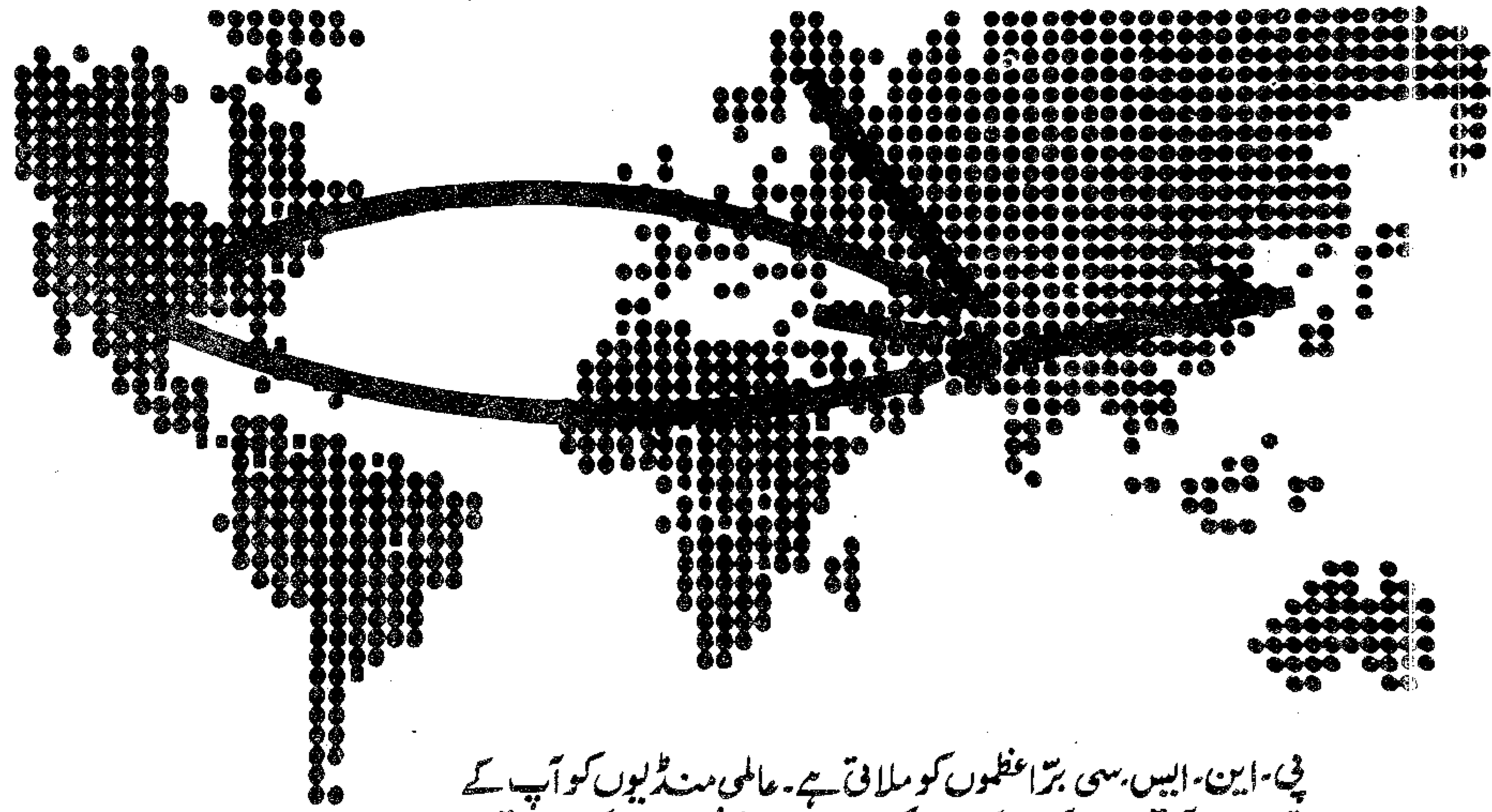
قیمت: ۱۸ روپے

اپنی جہاز راں کمپنی

# پی این ایس سی

## جہاز

بروقت - محفوظ - باکفایت



پی۔ این۔ ایس۔ سی براعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

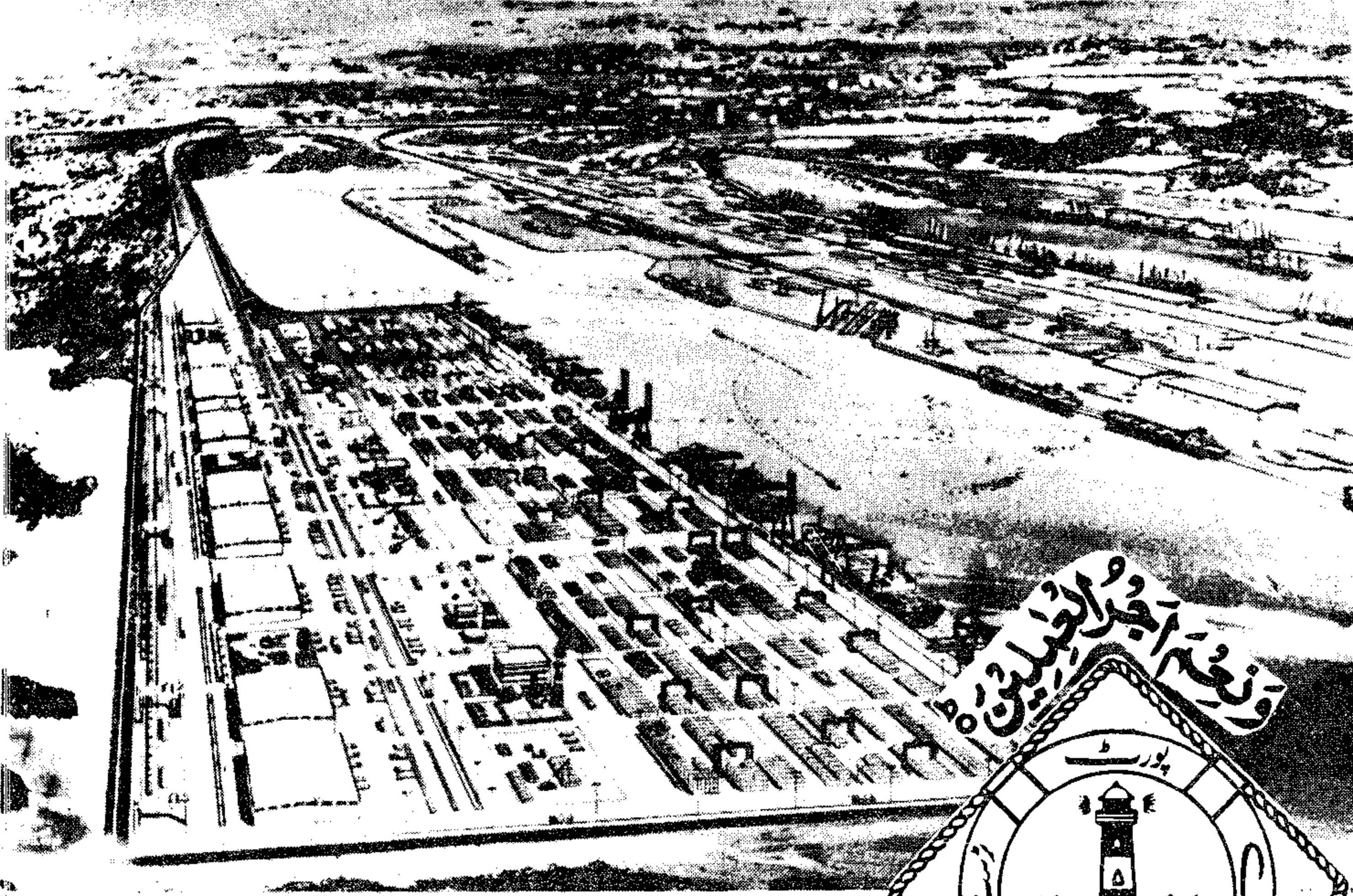
پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رزواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل  
شپنگ کارپوریشن  
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ



# محفوظ و قابل اعتماد مستعد بندر گاہ بندر گاہ کراچی جہاز رانوں کی جنت



بندر گاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ  
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش  
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں  
ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینیئرنگ میں کمال فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

## ۲۱ ویں صدی کی جانب رواں بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز  
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل  
بندر گاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

## میری علمی اور مطالعاتی زندگی

جناب مدیر "الحق" کے سوالنامہ کے جواب میں

محترم حقانی صاحب! آپ کے بکرات و مبرات اصرار کے باوجود عرصہ دراز کے بعد تعمیل کی توفیق مل رہی ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ میں دورانِ تعلیم و مطالعہ کن کن اساتذہ اور کن کن کتابوں سے زیادہ متاثر رہا ہوں؟ مختصر جواب یہی ہے کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ ع

ایسے خانہ تمام آفتاب است  
 احتمال یہ بھی ہے کہ یہ میری انفعالی کمزوری اور احساس کہتری کی علامت ہو کہ سہ  
 نختے برد از دل گذر دہر کہ زیشم  
 من قاش فروش دلہ مد پارہ خویشم  
 لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یرپ کریم کا احسانِ عظیم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں ہی کی گود میں رکھا  
 ۱۔ و ذلک فضل اللہ علینا و علیٰ کثیر من الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون۔  
 خداوند قدوس کا کرم ہے کہ اس مہربان ذات نے غلط اساتذہ اور غلط تعلیم سے محفوظ رکھا ہے  
 ما نبودیم و تقاضا ما نبود لطف او ناگفتہ مائی شنود  
 قلہ الحمد والشکر

سالہ اسال تک اپنے اساتذہ اور مشائخ کو دیکھا، حال کی طرح ان کے ماضی کو معلوم کیا، اور اب پچاس سال سے  
 ان کی استقبال میں پیش نظر ہے، کبھی بھی الحمد للہ افسوس نہیں ہوا کہ ہم کہاں جا گئے، ان کے اغیار کو بھی دیکھا ان کے  
 ناقدین کو بھی پرکھا، مگر ہزار شکر کہ کہا تو یہی کہا کہ ہے

گلستاں میں سے جاکر ہر اک گلے کو دیکھا  
 نہ تیری سے رنگت نہ تیری سے بو تھی



429

کافی ہیں، پھر یہ جو کسی بزرگ کی بیعت کی جاتی ہے اس کا بھی کوئی فائدہ ہے؟ فرمایا، -  
 ”یہ کچھ کم فائدہ ہے کہ مرید بننے والا یہ تو مان لیتا ہے کہ کم از کم یہ ایک شخص جس کی بیعت کر

رہا ہے، مجھ سے اچھا ہے۔“

کیا سمجھے آپ! واقعہ یہ ہے کہ دریا بکوزہ کر دیا ہے، بنیٰ حدیث اپنا نفس اعدی الا عادی سب سے بڑا دشمن ہے  
 اس کا پہلا اور سب سے آخری سبق یہی ہے کہ تم ہی سب سے اچھے ہو۔ اگر انانیت اور نقصانیت کا کاٹنا نکل جاتا ہے  
 تو وصل حبیب محبوب حقیقی جل مجدہ کا راستہ دو ہی گام رہ جاتا ہے۔ دُعا نفسک و تعالیٰ نفس کو چھوڑ دو اور لو مجھ  
 سے مل لو۔

بے حجابانہ در آ از در کاشانہ ما کہ بجز درد تو کس نیست دریں خانہ ما  
 مقصد یہ کہ شیخ کے ہاتھ پکڑ لینے سے نفسانیت کا کاٹنا نکلنے کی ابتداء ہو گئی، اب ہمت مرداں مددِ خدا  
 وصل حبیب کا دروازہ کھل گیا ہے

کیا نیست عجب بندگی پیرِ مغان خاکِ اُگشتم و چندیں در جاتم دادند  
 بندگی سے مراد یہاں اطاعت اور غلامی ہے، اعتماد و انقیاد ہے ع  
 کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

نہ کہ غیر اللہ کی عبادت کہ وہ تو شرک ہے اور وصل حبیب میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے  
 نجاست شرک ہے اور دل سکونت گاہِ دلیر ہے مکانِ گم ہے نجس دلیر کا رہنا، مونہیں سکتا  
 یاد آیا کہ ایک دوست نے اپنے چہرہ کو انوارِ سنت سے مزین کرنے کا عزم کر لیا، سبزہ نور ستہ لیکر حاضر ہوا،  
 والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی ہوئی، میں مدرسہ میں طلباء کو پڑھا رہا تھا میرے پاس لے کر آئے اور فرمایا اسے مبارکباد  
 دو، مجھے بھی خوشی ہوئی، اُسے مبارکباد دی اور پوچھا اس رحمتِ الہی کا سبب کیا بنا؟ مقصد یہ تھا کہ کس کی نصیحت مؤثر ہوئی  
 کیسے خیال آیا؟ اُس سے پہلے والد ماجدؒ نے مشہور پشتو شاعر صوفی عبدالرحمن بابا کا شعر سنا کہ جواب دیا شعر پشتو میں ہے، آپ  
 نے بڑی سادگی اور رواروی میں پڑھا لیکن مجھ جیسے غبی القلب کی حالت بھی چند لمحے یکدم بدل گئی اور سمجھ میں آ گیا کہ ہے

داد حق را قابلیتِ شمر نیست بلکہ شمر طاقبلیت داداوست

باز یہ غیبیہ نے مدد کی اور دل پھر گیا، شعر یہ تھا ہے

چہ ضرور دچہ ویویل خوات غوارم پہ خپل کور کنیں ہمکنار دے رب تھا

جس کا حاصل فارسی میں یوں ادا کیا گیا ہے

ہم چو نابینا میر ہر سوئے دست ز آنکہ در زیرِ کلیم است ہر چہ ہست

اُردو میں یوں کہا جاسکتا ہے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ہاں اور نجم المدارس کے ایک طالب علم نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، آخری دنوں میں اسے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو گیا تھا، والحمد للہ۔ اس کا والد آیا وہ داڑھی منڈایا کرتا تھا۔ والد صاحب نے اُسے بچہ کے حافظ ہونے پر مبارکباد دی۔ پھر اس سے پوچھا بچے کو حفظ کیوں کرایا ہے؟ اُس نے کہا کیوں جی یہ اچھا کام نہیں، ثواب کا کام نہیں۔ اُن دنوں ملازمت کے لالچ میں نہیں، لوگ قرآن پاک کو قرآن پاک سے شوق کرنے اور ثواب کمانے کے لیے پڑھا کرتے تھے۔ قبلہ والد صاحب نے اس کی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی سادگی سے فرمایا "اوبھائی یہ اچھا کام نہیں، ثواب کا کام نہیں؟۔ بس از دل خیزد بردل ریزد کی تصدیق سامنے آئی۔ اُس نے کہا قاضی صاحب! آج کے بعد انشاء اللہ اسے نہ اُسترہ لگے گا اور نہ ہی قینچی۔ سلسلہ طویل ہے ہمیں بس است اگر درخانہ کس است حفظ کے استاذِ مکرم بھی نہایت مسکین، بینائی کمزور لگاڑھا ٹی نین سال کے عرصہ میں کبھی بھی یاد نہیں پڑتا کہ انہوں نے اشارۃً یا کنایتہً اپنی کسی ضرورت کا اظہار کیا ہو، تا بہ طلب چہ رسد، گویا سب حضرات سے

ما آبروئی فقر و قناعت نمی پریم بابادشہ بگوئی کہ روزی تقد است

کا سرقع تھے۔ حرص دنیا کی موجودہ وبا میں قدم قدم پر نہ صرف ان سے متاثر ہوں بلکہ ان کی ہمت مردانہ پریشاد ہونے کو جی چاہتا ہے۔

دوسری منزل | غالباً چودہ سال کی عمر میں میں یہاں سے سراج العلوم مرگودھا وہاں چند سال رہنے کے بعد خیر المدارس جالندہر اور پھر وہاں سے دارالعلوم دیوبند پہنچا، پہنچا نہیں بلکہ حسن تقدیر نے مجھے ان اکابر علماء دیوبند کے زیر سایہ کچھ دن رہنے کی سعادت سے نوازا۔

گلے بردند زیر دہیزہ پست باں درگاہ والا دست بردست

حقیقت یہ ہے کہ

اُنکے پاس گزریں چند گھڑیاں اُنہیں کی یاد میری زندگی ہے

یہاں کا پتہ پتہ پھول اور ذرہ ذرہ آفتاب نظر آیا ہمہ کالحلقۃ المفرغۃ لایدری ابن طرفاھا ان کی مثال ایک گول قیمتی انگوٹھی کی ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ اول کیا ہے اور آخر کیلے۔ میں نہ تفصیل کا قائل نہ مساوات کا۔ ہاں مجھ سے گمرہ کی ہدایت کو ہیں یکساں سب ہی یہاں کے اکابر تو اکابر چھوٹے اور اصغر بھی سبحان اللہ!

مرگودھا میں مدرسہ عالیہ سراج العلوم کے ہتم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم بڑے قاری

نہایت فصیح و بلیغ خطیب اور مقرر، علامہ العصر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے شاگرد رشید اور قطب زمان ارت مولانا احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کنڈیاں کے مجاز مطلق۔ مگر اخلاق کا اندازہ اس سے لگائیے کہ میں نے خود انہیں مرکز رشد و اتقانِ روضہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے پاس قطب عالم الخضر سیدی مولانا نور المشائخ صاحب کابلی مجدد قدس سرہ العزیز کی مجلس سعادت میں دیکھا کہ علماء و مشائخ کی اعلیٰ سطحی مجلس میں نہایت ساکت و صامت انتہائی ادبیت کم و بیش ایک گھنٹہ تک ہم تن گوش بیٹھے رہے۔ آپ کے چچا جان فقیہ دوران مولانا احمد دین صاحب کیلوی حضرت فارسی میں باتیں کرتے رہے، باہر آکر فرمایا خدا کی قسم ایک لمحہ بھی حضرت کا قلب مبارک غافل نہیں رہا۔

میں نے دیکھا کہ جن دنوں آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب مرحوم دارالعلوم دیوبند دورہ حدیث شریف میں شریک تھے اختر بھی خوش قسمتی سے اُن کا ہم سبق تھا، حضرت الاستاذ دارالعلوم تشریف لائے تو اپنی عام عادت کے برخلاف شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ سے ملنے گئے تو ادباً و حیاء کھدر کا جوڑا پہن کر گیا جو اسی ہی غرض کے لیے سلوایا گیا تھا کہ اس اللہ والے کے عزت و احترام کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ کیا امام شافعیؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی قبر پر جا کر غالباً دعائے قنوت چھوڑ دینے کا عمل اپنی تحقیق کو ترک کرتے ہوئے اسی کے مشابہ نہیں ہے۔ فما شبہ ایوم بالیاریحہ۔ گویا آج اسلاف کا وہی نقشہ ہمارے اکابر کے پیش نظر تھا۔

اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رومال لایا گیا تو میرا مشاہدہ ہے کہ آپ ادباً اُٹھ کھڑے ہوئے، اسے بوسہ دیا، آنکھوں سے گایا، سر پر رکھا اور واللہ کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ آج اعجابِ کلامی ذمے رائے برایہ (خود پسندی) کے اس دور میں اس قسم کی قلبی محبت اور لٹھی آداب کا تصور بھی مشکل سے کیا جاتا ہے۔ جبکہ ان کا اوڑھنا بچھونا ہی ادب تھا۔ بقول حضرت درخواستی دامت برکاتہم الٰہیۃ کَلَمًا اَدُبٌ۔

بہر حال یہ علم حقیقی اور علم نافع ہی کا اثر تھا کہ ہمارے یہ اکابر فناء نفس کی دولت سے مالا مال تھے اور اسی صلہ میں من تواضع لله رفعہ اللہ رفعت درجات پر ممتاز رہے۔ اور میں ان حضرات کے کمالات علمیہ و علمیہ میں سے اسی کمال سے زیادہ متاثر رہا۔

اور عجیب سنیئے! اسی سراج العلوم میں میرے مشفق استاذ حضرت مولانا صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک طالب علم جو ذرا تنگ دل اور تلخ زبان تھے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، نے ایک دن علی رؤس الطلاب اُن سے کہا: ”اُستاد جی! آپ نے میرے تین سال ضائع کر دیئے، میں تین سال سے یہاں آ رہا ہوں کچھ نہیں سیکھا، آپ سمجھا ہی نہیں سکتے، خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دو گے“ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً نے ہنس کر فرمایا:۔

”بھائی جان! دو سال کا جواب تو آپ خود اللہ تعالیٰ کو دیں کہ جب پہلے سال معلوم ہو گیا کہ یہاں

کچھ تعلیم نہیں ہے تو پھر دوسرے سال کیوں آئے؟ ہاں پہلے سال کے متعلق ہمارے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرماویں،

یہ حوصلہ اور طلباء دین کی یہ قدر دانی ہے۔

اب انہیں ڈھونڈ چیرا رخِ رُخِ زیبائے کمر

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسماعیل صاحب خوشاب والوں نے سنایا کہ میں بیمار ہوا اور مولانا صالح محمد صاحب بیمار پڑی کے لیے تشریف لائے، ملتے ہوئے دست بوسی کا ارادہ کیا تو میں نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ یہ کیوں؟ فرمایا آپ میرے استاذ ہیں اور اساتذہ کی دست بوسی جائز ہے۔ فرماتے ہیں میں نے تعجب سے پوچھا میں اور آپ تو ہم درس ہیں ہم استاذ ہیں، میں آپ کا استاذ کب بنا؟ فرمایا میں ٹھٹھی پر گیا تھا اور ”ہدایتہ النحو“ کے کچھ اسباق رہ گئے تھے، والہی پر آپ نے ہی ان کا تکرار کرایا، اس لیے آپ میرے استاذ ہیں اور مجھ پر آپ کا ادب کرنا ضروری ہے۔ یہ ہیں میرے اساتذہ جن سے میں متاثر ہوا اور اگر ان سے متاثر نہ ہوں کیونکہ وہ مشاہیر ہیں سے نہیں ہیں تو پھر مجھے اپنی ایمانی بے حسنی پر رونا چاہیے۔

آئیے اب آپ کو جالندہر کی سیر کراؤں۔ خیر الاستاذہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گونا گوں خصوصیات کے حامل تھے۔ محدث بھی، فقیہ بھی، مرتبی اخلاق اور مرتبی النفوس بھی، مناظر بھی اور انتہائی منتظمانہ صلاحیتوں کے مالک بھی۔ ان کا ایک ایک وصف جاذبِ قلب و نظر تھا لیکن آپ کی خاص شان صلہ بین الفِئتن کی تھی اور اسی سے میں زیادہ متاثر رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے اتفاق اور اختلاف دونوں میں خلوص اور تلہیت کا جاذبہ کار فرما ہے۔

محبت ہو کسی سے یا عداوت مزہ دے جائے گی جب دل سے ہوگی

یہی وجہ ہے کہ تھانوی اور مدنی گروپ دونوں کے اکابر اور ارباب بصیرت حضرت خیر العلماء پر یکساں اعتماد فرمایا کرتے تھے۔ خیر المدارس جالندہر میں جس سال میں موقوف علیہ پڑھ رہا تھا حسن اتفاق سے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حکیم الامتہ حضرت تھانوی قدس سرہما یکے بعد دیگرے جالندہر تشریف لائے، دونوں کا سیاسی اختلاف بر ملا تھا۔ حضرت خیر الاستاذہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مگر ہر دو حضرات کے میزبان حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہی تھے۔ دونوں کے قیام کے لیے آپ نے اوپر کا بالائیانہ جس میں آپ کے اہل و عیال رہا کرتے تھے اُسی کو خالی کرایا۔ خیر المدارس کی ساری کائنات جہاں تک مجھے یاد ہے اُس وقت صرف چار کمرے، ایک برآمدہ ریلوے روڈ جالندہر پر اور ایک مسجد تھی صحنِ ندوۃ۔ دونوں اکابر سے صبح کی نماز کی امامت کرائی، دونوں حضرات سے بعد نماز فجر درس اور مختصر خطاب کرایا۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے جب سیاسی جہاد سے کنارہ کشی پر چند کلمات فرمائے تو حضرت مولانا خیر محمد صاحب

نے ہلکے سے تبسم سے ہی اس کا جواب دیا، ایک لفظ تک زبان سے نہیں نکالا۔ اس کے بعد چائے نوشی کے مجلس (جو کہ بہت ہی مختصر تھی) انتہائی فرحت و انبساط کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

میں پہلی بار حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کو تانگہ میں بچھلی سیٹ میں کھڑے کی اپنی مخصوص قبا میں دیکھا تو غیر اختیاری طور پر یہ تصور قائم ہوا کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ مہرہ شاید ایسا ہی ہو۔

یہیں جالندہر میں اختلاف و اتحاد کے اسلامی حدود کی پابندی کا منظر بھی دیکھا اور یقین آیا کہ اگر نیت بخیر ہو تو ایسے اختلاف سے تشدد و افتراق اور پریشانی و انتشار کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ حضرت لاتا مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندہر رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہً گو کہ سیاسی ذہن میں حضرت مہتمم صاحب سے دور اور بہت دور تھے لیکن غیر المدارس کے معاملہ میں بلا مبالغہ یک جان و سہ قالب کا مصداق تھے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے وصال پر ملتان کے تعزیتی اجلاس میں ”الصديق“ ملتان بابت جلد ۱۳۷ کے مطابق حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے ذیل کا مثنوی پیش فرمایا ہے۔

نفسی الفداء لصلارم عریان من باترات اللہ ذی السلطان  
میری جان اس شمشیر برہنہ پر قربان ہو جو خدائے غالب کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

فد بابۃ موت الملاحدة اللثام عداۃ دین الحق والایمان  
اس کی دھار ملاحدہ لثام کی موت ہے، جو دین حق اور ایمان کے دشمن ہیں۔

أکرّم بہ ارحم بہ احلم بہ أعلم بہ بالفقہ والقران  
بہت بڑے کریم بہت بڑے شفیق بہت بڑے بیدار، فقہ اور قرآن کے بہت بڑے عالم۔

متمسک بعری الہدایۃ والترشاد من کتاب واضح التبیان  
قرآن عزیز کی واضح ہدایات کو مضبوطی سے تھامنے والے۔

در حقیقت یہ انسان تھے اور انسانوں کی طرح ہی زندہ رہے، ان کو یاد کر کے آج کے حالات میں بے اختیار یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ ہے

ایں کہ می بینی خلافت آدم اند نیستند آدم غلاف آدم اند

حاصل یہ کہ لوگ میرے اساتذہ کے علم و عمل، ریاضات و مجاہدات کو دیکھ کر محو حیرت ہیں اور میں سب سے زیادہ ان کے اخلاق، شرافت اور جذبہ لٹہیت سے متاثر رہا ہوں کہ یہ چیزیں اب عنقا آشیانہ میں اور ان کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند | جہاں تک قطب رُحی الاسلام امیر المؤمنین فی الحدیث، بخاری زمان  
علمت اقدس سیدی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کا تعلق ہے آپ کے متعلق میں اس  
سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ اما ابن مسعود فابن مسعود فرضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاهما  
شخص بنگالی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

از ہیبت آل شیر نریورپ ہمیشہ لوحہ گر      لرزہ قتادہ جبرگہ بزغالہ کردار آمدہ  
شیخ حسین احمد نگر گردیدہ در گیتی سمر      کو غایت فضل و تہنر تقسمان کردار آمدہ  
قل امیر الہند پائندہ تردداری خدا      بر طالبان بے نوا کا نناش انصار آمدہ  
ہزار اختلاف کے باوجود جیل جانے پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا دل جس پر رو رہا ہو، بحر البیان  
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس شیخ کی موجودگی کے باعث دیوبند میں تقریر نہ کرنے  
کا عزم کر لیا ہو، اُس پر کسی ناکارہ آوارہ بے علم و عمل طالب علم کا کچھ لکھنا ایک جرأت بیجا اور یقیناً ناروا جسارت ہے۔  
لوگوں میں حضرت کی شہرت کفر و شرک اور ظلم و عدوان کے مقابلہ میں نبرد آزما ہونے کی وجہ سے ہے اور بلاشبہ  
یہ وصف خاص ہے۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رس نہ ہیں  
کے ماتحت عام نہیں، اس کے لیے ازلی انتخاب ارباب عزیز کا مقتدر ہے۔  
آپ کا شمار ارباب ذکر کے طبقہ علیا میں یقیناً صحیح اور بالکل بجائے ہے۔ نہ صرف محدث شہیر و کبیر بلکہ  
محدثین کرام کے محبوب ترین فرد فرید ہونے میں شاید آپ کی نظیر دور دور تک نہ مل سکے۔ ملکی سیاست  
میں علماء کی عزت و آبرو کے آپ ہی محافظ رہے ہیں۔ میں حضرت کے جس وصف خاص سے متاثر ہوں وہ  
حضرت کے سرتاپا سیاسی ہونے کے باوجود اور دریائے سیاست کے قعر میں پاٹے بند رہنے کے ساتھ ساتھ  
دامن تری کے عیب سے بالکل میرا و منزہ رہے ہیں۔ جب بھی مذہب و ملت اور دین و شریعت کا نام آیا تو  
حضرت اپنے تمام جینیات کو بالکل بھول ہی جاتے تھے، گویا یہ

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو      کہ گرچہ غرق بلا یاست خشک بر خاست  
جس سال دیوبند شریف میں میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہا تھا حضرت تین ہفتے لکھنؤ میں مدح صحابہ  
النبیؐ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ واپسی پر جلٹہ عام میں فرمایا (جو کہ جامع مسجد دیوبند میں مولانا عبدالشکور صاحب  
کی صدارت میں ہوا) کہ:-

”لوگ کہتے ہیں یہ کیسا سیاسی شخص ہے کہ ایک فرقہ کے مذہبی مسئلہ میں دخیل بن گیا ہے

فرمایا میں فلاں فلاں لیڈروں کی طرح سیاسی نہیں ہوں، مذہب کا معاملہ پیش آئے گا تو حسین احمد سب سے پہلے اس میں قربانی دے گا،

کہہ کھلے اعلانات کی حد تک ہم بھی کہتے رہیں گے لیکن حضرت نے عمل کر کے دکھایا، اور ہم عمل کے وقت آئیں بائیں شاہیں کر کے رضا کاروں کو دغا لیتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک دفعہ حضرت مدنیؒ نے عصر کے بعد کسی سیاسی جلسہ میں شرکت فرمائی جس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی شریک تھے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ پورے جوش و خروش سے تقریر فرمائی مغرب کے بعد ہی تلقین مریدین میں مشغول ہوئے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا کی قسم ذرا بھی قلب مبارک پر غبار محسوس نہیں ہوا۔

سیاست اور مذہب | کشتی پانی کے بغیر چلائی نہیں جاسکتی لیکن پانی اس کے اندر گھس جائے تو یہی اس کی تباہی ہے۔ — مذہب کی کشتی کے لیے مانا کہ سیاست کے دریا میں گودنا مجبوری ہے لیکن اگر سیاست اس کے اندر پڑی تو مذہب تباہ ہو گیا اور معاملہ یہی رہا کہ ع

ترقیات ہوئیں کس کی جو قوم ہی نہ رہی

سیاست جب تک مذہب کے لیے رہے اور مذہب ہی کی پابند رہے تو عین مقصود ہے لیکن مذہب کا نام سیاست کے لیے استعمال کیا جاتا رہے تو بالکل زندہ والحاد۔ — شرم کی بات ہے کہ شریعت کو مغربی جہت پر قربان کرتے ہوئے بھی ہم حضرت مدنیؒ کے نام لیوا شمار ہوتے ہیں ع

باخدا تزدیر و حیلہ کے روست

حضرت مدنیؒ تو مدح صحابہؓ کے لیے ہزاروں مسلمانوں کو جیل بھجوائیں اور ہمارا دشمنان صحابہ سے دو ٹوٹ حاصل کرنے کے لالچ میں یارا نہ ہو تو بھی ہم کو حضرت مدنیؒ کا غلام سمجھا جائے، واہ قوم کی سادہ دلی ع

بریں عقل و دانش بباہد گریست

سیاست کو مذہب پر قربان کیا جائے جیسا کہ حضرت مدنیؒ کا دھیرہ تھا تو یہ سیاست براٹھے مذہب ہے اور اگر مذہب کو سیاست کے لیے پس پشت ڈالا جائے تو مذہب براٹھے سیاست ہے۔ پہلا نہ صرف جائز بلکہ فرض اور دوسری صورت دھوکہ، فریب اور حرام و ناجائز۔

حضرت مدنیؒ کی ایسی سیاست سے یہ ناکارہ بہت ہی متاثر ہے اور اس قسم کے واقعات حضرت کی زندگی کے قدم پر سے جاسکتے ہیں مگر ایسے واقعات اب نہ سنے جاتے ہیں اور نہ ہی سنائے جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی سے

دربار کس باقی باقی نماند آں قدر شکست آں ساقی نماند (باقی ص ۵۴ پر)

# ایک

ایک عالمگیر

قسم

خوشنود

دراں اور

دیرپا۔

اسٹیل

کے

سفید

ایچ ایم بی

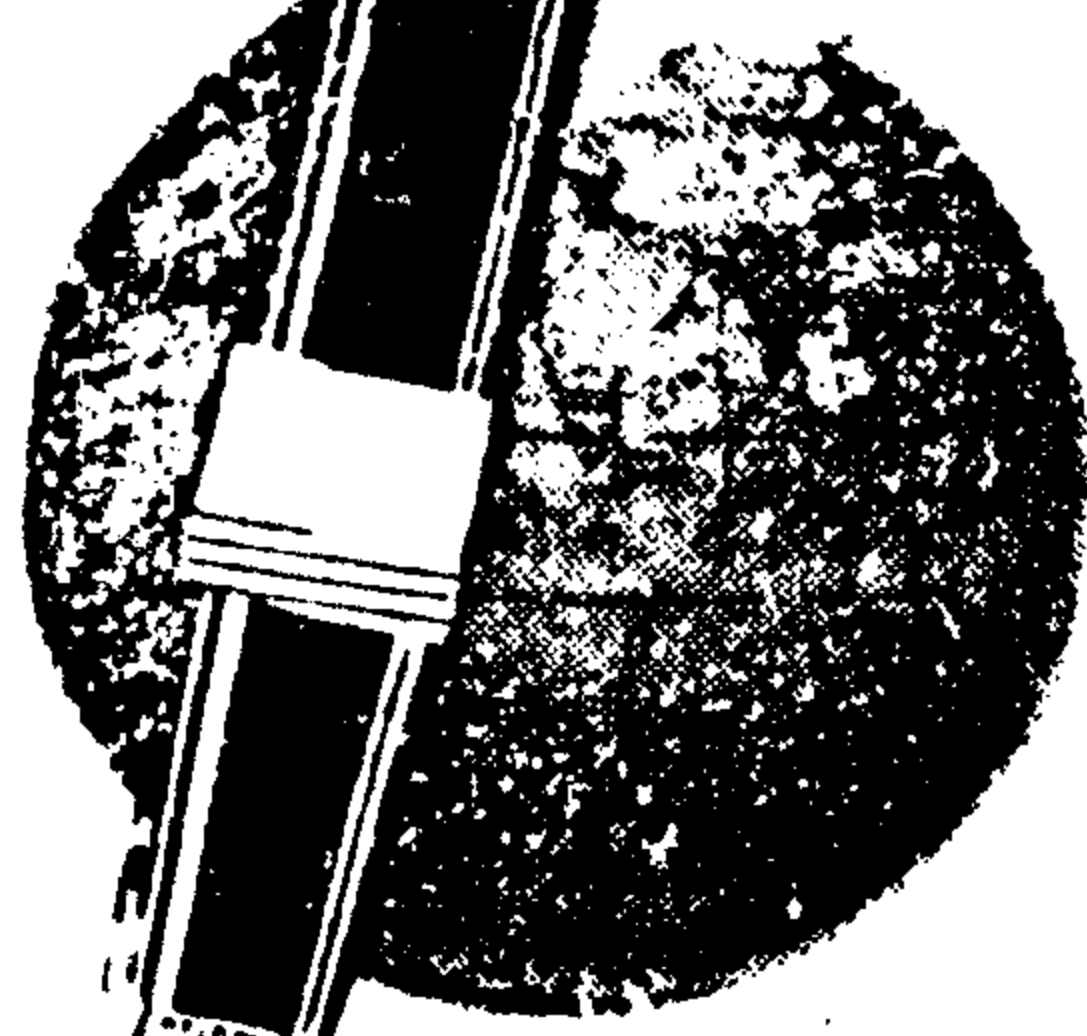
بک

ساتھ

ما

جائے

دستیاب



آزاد فبرینڈز

اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

دیکھیں  
دلائلیں  
دلائل



حسین  
کے  
پارچہ جات



مردوں کے میٹو سات کیلئے  
موزوں جیسے کے پارچہ جات  
سنگم کی ہر چڑی دکان پر  
دستیاب ہیں۔

میں بہت پارچہ جات  
مردوں کے لیے لکھے ہیں  
آپ کی شخصیت کو  
ان کے لیے برائے ہوئے ہیں

خوش پوشی کے پیش منہ

حسین میک مائل ملز حسین اینڈ سنز لمیٹڈ کراچی

ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے  
قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے  
اس خدمت میں مصروف ہے



قدما حسین قدما آزما



جہاں آرام کا نام آیا۔ آپ نے یونی فوم کو پایا

Stockist:

**Yusaf Sons**

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone: 66754-66933-66833

**UNITED FOAM INDUSTRIES LTD**

LAHORE—PAKISTAN

Tel: 431341, 431551

## فتنہ قادیانیت

اور

مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم

مارچ سنہ ۱۹۰۷ء کے الحق میں عنوانِ بالا پر مولانا مدرالائے صاحب کے مقالے کی دوسری قسط کا بغور مطالعہ کیا مگر افسوس کہ فاضل نگار ایک سطر بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے کہ مولانا دریابادی مرحوم قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔ وہ منطقیانہ انداز میں موضوع سے ہٹ کر جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے حق کے موقف کی تردید نہیں ہوتی۔ ہاں یہ شبہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اس سے اپنے علم و فضل کا اظہار مقصود ہے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر فاضل مقالہ نگار کی یہ کاوش محض تحصیلِ حاصل ہے کیونکہ یہ پیچیدہ ان کسی بحث میں اچھے بغیر ہی ان کے تبحر علمی کو تسلیم کرتا ہے ہاں ان کے ارشادات کے جواب میں قلم برداشتہ چند گزارشات اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ "حاضر و ناظر" کے مسئلہ کا موضوع بحث سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو ایک اصطلاح یا ترکیب یا روزمرہ کا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے موجود اور دیکھنے والا۔ لغت کی رو سے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ عدالتوں میں اور بعض دوسرے موقعوں پر ان الفاظ کے ساتھ قسم بھی اٹھائی جاتی ہے۔ ایک سادہ سی ترکیب میں الجھاؤ اور ابہام پیدا کرنا محض خلطِ مبحث ہے۔ اس ترکیب کا اردو میں عام چلن ہے۔ مولانا سے گزارش ہے کہ کتبِ لغت (فیروز اللغات، علمی لغات وغیرہ) پر ایک نظر ضرور ڈال لیں۔

۲۔ مقالے میں مولانا نے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مرحوم کی بعض تحریریں جو نقل کی ہیں۔ لاہوری اور قادیانی عقائد کا جو فرق واضح کیا ہے اور فقہائے احناف اور مسئلہ تکفیر کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے ان کی اس ساری کد کاوش کا مطلب اور مقصود سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر ان سب باتوں سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں مولانا دریابادی مرحوم کی رواداری بہت سے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا سبب نہیں ہوئی۔

صفحہ ۳۵ پر مولانا مدرالائے صاحب نے یہ فقرہ لکھ کر اپنی تمام بحث و تہیص کے مدلل ہونے کا پردہ

چاکہ کر دیا۔ ”اس وقت مولانا دریابادی زندہ ہوتے.....“

گویا مولانا مدرار اللہ صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جیب (۱۹۷۴ء) میں پاکستان میں آئینی طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا مولانا دریابادی زندہ و سلامت ہمارے درمیان موجود تھے۔ وہ اپنے مسلک سے اعلانِ برائت کیا کرتے، اس آئینی ترمیم پر سخت برہم ہوئے اور ”صدقِ جدید“ میں اس کی پُر زور مخالفت کی۔ وہ جنوری ۱۹۷۷ء میں فوت ہوئے۔ کیا یہ عاجز نہایت ادب کے ساتھ مولانا مدرار اللہ صاحب کی توجہ اس حکمِ ربانی کی طرف مبذول کر سکتا ہے۔ لَا تَقْعُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

یہ بات البتہ قابلِ اطمینان ہے کہ مولانا نے دبی زبان میں تسلیم کر لیا کہ:-

”مولانا دریابادی مرحوم نے (قادیانیوں کی حمایت کا غلط) مسلک ایک (گمراہ کن اور غلط) تاویل کی رو سے اختیار کیا تھا“

۴۔ قسطنطنیہ کے آخر میں ”حاصلِ کلام“ دیکھ کر معلوم ہوا کہ فاضل مقالہ نگار یہ ساری عرق ریزی اس لئے کر رہے ہیں کہ قادیانیت کے بارے میں مولانا دریابادی کے مسلک کی کوئی ”نیک“ تاویل کی جائے سبحان اللہ۔ اس میں انہوں نے شیخ محی الدین ابن العربی کے بارے میں ایک بالکل غیر متعلق بحث چھیڑنے کی کوشش کی ہے ان کی یہ مثال بے عمل ہے اور ان کا یہ لکھنا بھی جبروی طور پر صحیح نہیں کہ

”اس کے باوجود اربابِ علم و معرفت ان کو شیخِ اکبر“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں“

احقر، فاضل مقالہ نگار سے بصداد پوچھتا ہے کہ کیا ان کے نزدیک امام ابن تیمیہؒ، علامہ رضی الدین ابنِ حنابلہؒ، امام ذہبیؒ، ابنِ یاسینؒ، علی القاریؒ، علامہ جمال الدین محمد بن نور الدین صاحب کشف الغمۃ اور متعدد دوسرے علماء اربابِ علم و معرفت میں شامل نہیں ہیں؟ اگر نہیں تو ذرا یہ بھی بتائیے کہ انہوں نے ابن العربی کے بارے میں کیا لکھا ہے۔

بلاشبہ مجدد الدین فیروز آبادیؒ، الفخر الرازیؒ، امام سیوطیؒ، امام شعرانیؒ، علامہ سراج الدین مخزومیؒ اور بعض دوسرے علماء ابن العربی کے مداحوں میں شامل ہیں مگر جن علماء نے ان کو گمراہ اور زندقہ کہا ہے رفہ موصیٰ الحکم کی بعض عبارتوں کی بنا پر، ان کے بارے میں کوئی ”نیک“ تاویل نہیں کی۔ اور بڑے پُر زور انداز میں ان کو ”ہوت“ بنایا۔ کیا وہ سب آپ کے نظریہ کے مطابق؟ اکابر بزرگوں کی صف سے نکل گئے؟ چلئے یہ عاجز آپ کی اس تحریر کے بارے میں یہ ”نیک“ تاویل کرتا ہے کہ ”اربابِ علم و معرفت“ سے پہلے ”بعض“ کا لفظ آپ سے سہواً چھوٹ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن العربی کی شخصیت اور افکار و عقائد کے بارے میں ”اکابر بزرگوں“ کے درمیان سخت اختلافات ہیں۔ آپ کا ان کو اس بحث میں لے آنا

بالکل بے جواز ہے معلوم نہیں، فاضل مقالہ نگار کو ان لوگوں کے جذبات کا انداز کرنے میں کیا چیز مانع ہے  
 بن کے سینے، قادیانیوں کے بارے میں (بلکہ شاتم صحابہؓ گروہوں کے بارے میں بھی) مولانا دریا بادی مرحوم  
 کی "نیک" تاویلوں کی نادر انگلی سے فگار ہیں۔ یہ "نیک" تاویل کی فلاسفی تو دودھاری تلوار ہے  
 واضح دلیل کے جواب میں "نیک" تاویل؟ یا للعجب

سب دھمی بات تو یہ ہے کہ آپ کھلے دل سے ایک عالم حق کی حیثیت سے یہ بات تسلیم کر لیں کہ بعض  
 گروہوں کے بارے میں مولانا دریا بادی مرحوم سے چوک ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس لغزش کو معاف فرمائے  
 دوران کی دوسری دینی خدمات کو قبول فرما کر مغفرت سے نوازے۔

باقی یہ بات کہ ہمارے بعض عظیم المرتبت بزرگ مولانا دریا بادی مرحوم کے مداح تھے تو ان کی یہ مدح  
 و تعریف و توصیف مولانا کی دوسری دینی خدمات کی بتا پر تھی۔ انہوں نے قادیانیت اور روافض کے بارے  
 میں ان کے روادارانہ مسلک (افکار و نظریات) کی کبھی تصدیق و تصویب نہیں فرمائی۔ حضرت تقانوی رحمۃ اللہ  
 علیہ تو ان کو بار بار ٹوکتے رہے۔

مدح و توصیف کے کچھ اسباب تھے جن میں مولانا دریا بادی مرحوم کا کفر و الحاد سے تائب ہو کر دوبارہ  
 ائمہ اسلام میں آنا بھی شامل ہے۔ اسی لئے یہ عاجز بھی مولانا دریا بادی کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا ہے لیکن  
 اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی کسی بھی نیک لغزش کو بھی لغزش نہ کہا جائے۔ اور اس کی "نیک" تاویلیں کی جائیں  
 رہا مخصوص ایسی حالت میں کہ ان کی ایسی لغزشوں نے بہت سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کی سخت دلائل کی اور  
 بہت سے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا (اگر ضروری ہوا تو اس موضوع پر مولانا دریا بادی صاحب کے مضمون کی  
 سیر قسط دیکھ کر مزید گفتگو ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ وعاہدینا الا البلاغ

اپریل سنہ ۱۴۰۷ کے "الحق" میں عنوان بالا پر مولانا دریا بادی صاحب کے مقالے کی تیسری قسط بھی بنور پڑھی  
 میر پہلی دو قسطیں از سر نو پڑھیں اور دیانتداری کے ساتھ محسوس کیا کہ مولانا نے محض اپنی بات کی پیچ رکھنے  
 کے لئے بحث کو بہت طول دے دیا ہے اور کئی غیر متعلق مسائل اس کے درمیان لے آئے ہیں۔ ایک عالم دین  
 یہ جوفت نہ مزاحمت کے ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ ہے ایسے "تاویلانہ" طرز عمل کی توقع نہیں تھی۔ احقر  
 بحث و مناظرہ سے ہمیشہ اپنا دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی وہ اس بحث میں ہرگز نہ الجھتا مگر صرف  
 سوچ کر قلم اٹھانے پر مجبور ہوا (باوجود اپنے بڑھاپے اور ضعف بصر کے) کہ جب مولانا دریا بادی صاحب  
 ایسے جید عالم دین بھی مولانا دریا بادی مرحوم کے گمراہ کن تاویلاتی موقت کے لئے نیک تاویلیں ڈھونڈنے لگیں

اور ان کے موقف سے اظہارِ ہدایت کرنے کے بجائے یہ فرمائیں کہ طالبِ ناشی نے جو نکتہ اٹھایا ہے وہ مرزائیوں کے مفاد میں جاتا ہے یعنی مرزائیوں کے مفاد کو خوراک تو مہیا کریں مولانا دریا بادی اور خطا کار ٹھہرے طالبِ ناشی کہ وہ مولانا دریا بادی کی اس روش پر اعتراض کیوں ہے تو ظاہر ہے کہ اس طرح عام سیدھے سادے مسلمان اس مرزائیوں کو مسلمان سمجھنے کے دام ہرنگِ زمین میں آسانی سے پھنس جائیں گے۔ سچ فرمایا حکیم الامت حضرت نقانویؒ نے کہ (مولانا دریا بادی کی مرزائیوں پر) شفقت کا انجام سیدھے سادے مسلمانوں کے حق میں عدم شفقت ہے کہ وہ اچھی طرح ان کا شکار ہوا کریں گے۔

(ماہنامہ النور تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

تیسری قسط کے جواب میں اس فقیر کی معروضات حسب ذیل ہیں :-

۱۔ (۱) فاضل مقالہ نگار نے شیخ ابن العربی کے حوالے کے سلسلے میں فرمایا ہے۔

”میری ان معروضات کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب کو مسئلہ اکابر کے حفظِ مراتب کا خیال رکھنا چاہیے،“  
آخر مقالہ نگار کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ کہ حفظِ مراتب کا تقاضا بھی پورا ہو سکتا ہے جب کسی شخص کے غلط اور گمراہ کن نظریے کو غلط اور گمراہ کن نہ کہا جائے۔ اور اس کے لئے ہر صورت میں کوئی نیک تاویل تلاش کی جائے یہاں تک کہ ختمِ نبوت کے منکروں اور اجرائے نبوت کے قائل لوگوں کو جو لوگ مسلمان سمجھتے ہیں ان کو عظمت کی مسندوں پر بٹھانے پر پورا زورِ قلم صرف کیا جائے۔

اگر حفظِ مراتب اسی کا نام ہے تو یہ عاجز اس سے سوارِ خلا کی پناہ مانگتا ہے۔

(ب) ”مسئلہ اکابر“ کی مقالہ نگار کے نزدیک، معلوم نہیں، کیا تفریع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخصیت ان کے خیال میں ”مسئلہ اکابر“ میں شامل ہو اور دوسرے اس کے برعکس خیال رکھتے ہوں۔ ان کو پورا حق ہے کہ اپنی محبوب اور مروج شخصیتوں کو ”مسئلہ اکابر“ میں شامل کر لیں لیکن وہ دوسروں کو ایسا سمجھنے اور کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

(ج) بلاشبہ (جیسا کہ حضرت نقانویؒ نے فرمایا ہے) اجتہادی غلطی کے لئے شیخ ابن عربی پر تشنیع جائز نہیں مگر کیا ختمِ نبوت کے منکرین کو ایمانِ فرعون کے بارے میں مسلمان سمجھنا بھی اجتہادی غلطی کے دائرے میں آتا ہے؟ فی الحقیقت جب کسی گروہ کی تکفیر پر تمام علمائے اُمت کا اجماع ہو اور کوئی شخص اس اجماع کے خلاف بار بار متنبہ کئے جانے کے باوجود اپنی رائے پر اصرار جاری رکھے اور بعض تنبیہ کرنے والوں سے اپنے تعلقات منقطع کر دے اسے اجتہادی غلطی کہنا فاحش غلطی ہے۔

(د) مولانا نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جو عبارت نقل کی ہے :-

”ارابہ نص کا راست نہ یہ فص.....“

اس سے توشیح ابن عربی کے نظریات سے سخت بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تحریروں میں اور بھی متعدد مقامات پر شیخ ابن عربی کے افکار و نظریات پر سخت تنقید کی ہے۔ مقالہ نگار ”فصوص الحکم“ اور ”فتوحات مکیہ“ کو حکمت و معرفت سے لبریز سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو نقشبندی کہہ کر ان کا ایسا سمجھنا بڑے حوصلے کی بات ہے۔ ورنہ علماء نقشبند ”ہمہ اوسیت“ کی بجائے ”ہمہ ازوسیت“ کے قائل ہیں اور پھر معروف اکابر امت میں سے تقریباً نصف نے ”فصوص الحکم“ کی بعض عبارتوں کو الحاد اور زندقہ قرار دیا ہے تو پھر حفظ مراتب کہاں؟

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ شیخ ابن عربی کے بارے میں جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے وہ حقائق کا اظہار ہے اس فقیر کی ذاتی رائے نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے اندر اتنی علمی استعداد نہیں پاتا کہ شیخ ابن عربی کی تحریروں کے غوامض و اسرار کو سمجھ سکے بالخصوص فصوص الحکم کی عبارتیں تو اتنی گنجشک اور اذوق ہیں کہ آج سے نصف صدی پہلے سارے برصغیر میں گنتی کے چند اصحاب کے سوا ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ان میں مولانا تھانویؒ، شاہ سلیمان پهلوارویؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ اب یہ بات باعث مسرت ہے کہ ہمارے درمیان مولانا مدرار اللہ جیسے فاضل زمانہ موجود ہیں جو فصوص الحکم کو سمجھتے ہیں۔

اسی طرح مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے مولانا دریابادی کے بارے میں یہ جو لکھا ہے :-

”مولانا جب کوئی رائے قائم کر لیتے تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے اور اکثر اوقات مداخلت یا مشورہ اس میں پختگی اور شدت پیدا کر دیتا ہے“

مولانا مدرار اللہ صاحب دل پر ماتھ رکھ کر غور فرمائیں کہ کیا ”علم و تقویٰ اور سلوک و طریقت کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز کسی بزرگ کی یہی شان ہوتی ہے کہ بشری کمزوری، یا فقدان معلومات یا کسی اور وجہ سے کوئی غلط رائے قائم کرے اور پھر اس سے رجوع کرنا کسی صورت میں گوارا نہ کرے بلکہ اپنے ناصحین اور خیر خواہوں کا مشورہ سن کر اپنی رائے میں شدت اور پختگی پیدا کر لے یہاں تک کہ اپنے شیخ طریقت کے مشورے یا تنبیہ کو بھی رد کر دے اور ایک ایسا فتویٰ جس پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے اس کو بھی تسلیم نہ کرے بلکہ اس کو غلطی قرار دے؟ اس عاجز کو تو اس طرز عمل کے لئے انا مغلوب الغیضی اور ضد کے سوا کوئی اور موزوں الفاظ نہیں سوچتے۔ حفظ مراتب پر غیرت دینی کو تو قربان نہیں کیا جاسکتا؟

۲۔ فاضل مقالہ نگار نے لاہوری مرزائیوں کے عقائد خصوصاً طور پر بیان کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا دریابادی صرف لاہوری مرزائیوں کی تکفیر کے خلاف تھے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ قادیانی اور لاہوری دونوں

کسی کذاب کا سنجیدگی کے ساتھ جھوٹ بولنا کوئی انہونی بات نہیں۔ آج کل دنیا کے اکثر سیاستدانوں کو دیکھ

لیجئے نہایت سنجیدگی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور اس جھوٹ پر شرمانے کی بجائے فخر کرتے ہیں۔

ہناب محترم! سیدھی سی بات ہے کہ مجلس سازی، فریب کاری یا سازش کرنے والے اپنی منصوبہ بندی پوری سنجیدگی سے کرتے ہیں مگر جب دعویٰ سرے سے جھوٹا ہے تو اس میں معقولیت کہاں سے آئے گی۔ اب سامرزا کا دعویٰ تو یہ سارا کاروبار، محض مجلس سازی تھا مگر اس کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے بڑی ہوشیاری اور سنجیدگی سے منصوبہ بندی کی تھی اگر وہ اس معاملے میں سنجیدہ نہ ہوتا تو اپنی نبوت کا ذبہ پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کیوں قرار دیتا۔ اور اپنے متبعین کو ان کا جنازہ پڑھنے سے بھی کیوں منع کر دیتا۔ اپنے مخالفوں کو کیوں غلیظ گالیاں دیتا۔ اور پھر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور متعدد دوسرے علماء حق کو کیا پڑی تھی کہ اس کے مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے اور اس کے دعوے کی تردید میں (اور اس کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے) ہزاروں صفحات سیاہ کرتے اگر یہ علمائے حق میدان میں نہ اترتے تو کوہِ دہل مسلمان مرزا کے دامِ تر ویر میں پھنس جاتے۔ ان حقائق کے باوجود مولانا دریا بادی کا یہ کہنا کہ ”مرزا تو اپنے آپ آپ کو کھلم کھلا محمدی اور قبیح کامل دینِ آسمانی کہتے اور ان کی نبوت تو ان کے زعم و اصطلاح میں تھا مگر اتباعِ رسولؐ ہے، سخت مغالطہ انگیز اور گمراہ کن ہے۔“

فاضل مقالہ نگار جیسے جید علماء دین کا ایسی تحسینوں کا دفاع کرنا اور ان کی تاویلیں کرنا اور بھی خطرناک ہے۔ مرزا کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ اس کی نبوت کا ذبہ کی بنیاد اتباعِ رسولؐ پر ہے۔ یا تو تجاہلِ عارفانہ ہے یا لاعلمی ہے (کہ مرزا کی تمام تحریروں پر پڑھے بغیر ہی یہ دعویٰ کیا گیا ہے) اور یادداشتہ مسلمانوں کے دل میں مرزاہیت کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ ذرا مرزا کے ”تبع کامل دین احمدی“ کی حقیقت، ملاحظہ فرمائیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

- ۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں (ازالۃ الاوامم صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)
- ۲۔ میں بار بار بتلاچہ کا ہوں کہ میں بموجب آیت ”وَ اٰخِرُ نَبِیِّہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہِمْ“ بروزِ یطوری طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

- ۳۔ منم سیح زماں منم کلیم خدا  
منم محمد و احمد کہ جتنی باشد (تزیان القلوب ص ۲)

- ۴۔ مجھے اپنی وحی پر توریت و انجیل و قرآن کی طرح یقین ہے (اربعین نمبر ۴ ص ۲۸)
- ۵۔ قرآن کریم کی متعدد آیات جو حضورؐ کی شان میں نازل ہوئیں، مرزا نے حقیقتہً الوحی میں دعویٰ کیا کہ

ان کا مصداق میں ہوں (نحوذ باللہ) آیات یہ ہیں۔ آل عمران ۳۱۔ الانعام ۱۶۴۔ الانفال ۱۷۔ بنی اسرائیل ۱۔ الانبیاء ۱۰۷۔ یس ۴۴۔ فتح ۲۰۱۔

اس طرح کی بیسیوں مثالیں اور ہیں ان کو یہاں درج کرنے سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ مقالہ نگار نے تکفیر کے سلسلہ میں علمائے احناف کا مسلک بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے لیکن وہ اس بات کو بھول گئے کہ مرزائیوں کی تکفیر پر تمام علمائے احناف کا بھی اجماع ہے۔

اتھر کو جو کچھ عرض کرنا تھا، اختصار کے ساتھ کر دیا۔ اب بھی اگر مولانا مدرار اللہ صاحب، مولانا دریابادی کی اس قسم کی تحریروں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے (اس سلسلے میں) غلط مسلک کے لئے نیک تاویلیں تلاش کرتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ اگر ان کے زور قلم کے نتیجے میں کوئی مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری انہی پر ہوگی۔ آخر میں اس مضمون کو مولانا ابوسلمان شاہ بھانپوری کے درج ذیل الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔ (بہت سخت الفاظ حذف کر دئے گئے ہیں)

”اُن مولانا عبدالمجید دریابادی کا انتہا پسندانہ رویہ جو زندگی کے تقریباً ہر معاملہ میں رہا۔ وہ اپنی زندگی کے ایک دور میں الحاد میں مبتلا رہے تھے اس زمانے میں وہ خدا اور رسولؐ کے لئے تصنیف و تالیف کے عام نقطہ نظر سے اور رسمی طور پر بھی تہذیبی و تعظیمی الفاظ و اندازِ خطاب اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور حسب مذہب کی طرف آئے تو پھر اس میں بھی فکر و عمل کی کوئی معتدل و مستقیم راہ اختیار کرنے کے بجائے..... ایک طرف حریت فکر کا یہ عالم کہ منکرین ختم نبوتؐ کو دائرہ اسلام سے باہر چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اور دوسری طرف فاسقوں اور فاجروں کو خدا کی رحمت کا مستحق بنا دیا۔ اور ناراض ہوئے تو مولانا آزاد کو بھی خدا کی بخشش و رحمت سے محروم کر دیا۔

غرضیکہ مولانا دریابادی کے فکر و عمل میں اعتدال و توازن کا فقدان زندگی بھر رہا۔

(نقوش لاہور، ادبی معرکے ص ۵۹۵)

مولانا مدرار اللہ صاحب نے شیخ محمد اکرم اور مفتی عبدالرحمن مرحوم کی تحریروں کے جو حوالے دئے ہیں، احقر نے دانستہ ان پر گفتگو نہیں کی۔ کہ اس سے بحث کا رخ کسی اور طرف مڑ جاتا۔ وما علینا الا السلاغ

نوٹ۔ مندرجہ بالا موضوع پر بحث و تحقیق کے مفصل مضامین آگے ہیں اور اسی پر یہ سلسلہ بند کیا جا رہا ہے البتہ اس سلسلہ میں قارئین کے تاثرات اور آراء کے دلچسپ اقتباسات آئندہ شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔ (ادارہ)

## قارئین بنا ہمدرد

افغان مجاہدین کی استقامت اور تائید غلبی  
 مولانا قاضی عبداللطیف  
 محبتے با اہل حق یا ایمان اور یقین کی پھلوا ری  
 جناب طالبہ دانشمندی  
 یونان میں مسلمانوں کے عروج و زوال  
 جناب حکیم محمد سعید بھٹو  
 کی داستان  
 بلغاریہ میں مسجد کی آتشزدگی  
 محمد تقاسم  
 عید کارڈ اگر سمس کارڈوں کی نقالی سے  
 خالد عثمان کمرک

افغان تائیدات

### مجاہدین افغانستان کی استقامت اور تائید غلبی

افغانستان میں روس کی یلغار کے مقابلہ میں افغان مجاہدین کی مثالی قربانیوں اور عالمی سطح پر حکومت پاکستان کی غیر معمولی استقامت کے نتیجہ میں ۱۵ افروری ۱۹۸۹ء کو افغانستان کی سرزمین سے روس کو اپنا آخری سپاہی بھی نکالنا پڑا۔ تاہم روس نے اپنا قبضہ برقرار رکھنے کے لئے رنٹی حکمت عملی اختیار کی۔ ایک طرف مجاہدین میں انتشار، اختلاف اور باہمی رقابت اور دوسری جانب اپنے پھونچیب کو مسلسل بے تحاشا اسلحہ کی ترسیل اور غیر محدود اقتصادی امداد مہیا کرنا جب کہ امریکہ کو روس کی ذلت آمیز شکست کے بعد افغان مجاہدین سے کوئی قابل ذکر دلچسپی نہیں رہی۔ امریکہ نے اپنی روایتی خود غرضی برتنے ہوئے مجاہدین کی امداد میں سر د مہری اختیار کی حتیٰ کہ پاکستان میں روسی ایجنٹ بھلیں بجانے لگے۔ کہ امریکہ افغانستان میں روسی مداخلت کی نگہداشت کر رہا ہے ان حالات میں روس امریکہ اور پاکستان یک زبان ہو کر افغانستان میں وسیع البیاد حکومت کی رٹ لگاتے رہے جن کا مقصد افغانستان میں مجاہدین اور کمیونسٹوں کی مخلوط حکومت کی تشکیل۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی حکومت کے قیام کو سبوتاژ کرنا ہے۔

یہ حقیقت اب پوشیدہ نہیں رہی کہ افغانستان میں روس صرف فوجی شکست سے دوچار نہیں ہوا بلکہ دنیا بھر میں کمیونزم کے بجائے اُدھر گئے۔ روس کا اندرونی نظام پاش پاش ہو گیا۔ انسانیت کو سکون و اطمینان لانے کا مدعی اپنے زہر آلود خنجر سے خود نیم سہل ہے۔ اس وقت مشرق اور مغرب دونوں تذبذب کا شکار ہیں سلام کی نشاۃ ثانیہ کا زریں موقع ہے اور اس سے کفر کی دنیا لرزہ بر اندام ہے۔ یورپ خائف ہے کہ افغانیستان مجاہدین کی اسلامی حکومت سے پاکستان اور عالم اسلام ایک ناقابل تسخیر قوت بن سکتی ہے۔

افغانستان میں شاہ نواز تنائی کی بغاوت۔ اس منصوبہ کی کڑی معلوم ہوتی ہے۔ امریکہ روس جو مجاہدین کی حکومت کی بجائے وسیع البیاد مخلوط حکومت کے علمبردار ہیں اور پاکستان اس سازش میں ان کا آلہ کار ہے مرتبینوں کو اس بغاوت سے اپنی منزل قریب نظر آنے لگی۔ ہر تینوں انقلاب کی کامیابی کی گھڑیاں گننے لگے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے خلوص کی وجہ سے اس انقلاب کو ان کے لئے تائید غیبی بنا دیا۔ ارباب بصیرت مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ ہمارے لئے نجیب اور تنائی میں کوئی فرق نہیں۔ انہوں نے اپنے گمراہوں کو ہدایت کی کہ دونوں دھڑوں میں سے جو بھی غیر مسلح ہو کر اپنے آپ کو مجاہدین کے حوالہ کرے۔ اسے پناہ دی جائے۔ اور اس علاقہ میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کیا جائے۔ یہ حقیقت میں وہی فراست ایمانی ہے جس کے متعلق ارشاد گرامی ہے:-

اتقوا فراست المؤمن فانه ينظر بنو والہ

- ۱۔ اس بغاوت کا فائدہ بہر صورت مجاہدین کے حصہ میں آیا۔
  - ۲۔ نجیب انتظامیہ کے دشمنوں میں اضافہ سے اس کی مشکلات بڑھ گئیں۔
  - ۳۔ پرچم اور خلق کا قدیمی ٹکراؤ تازہ ہوا۔
  - ۴۔ یورپ کے جو ممالک نجیب کو مستحکم سمجھ کر اپنے سفارت خانے دوبارہ بحال کرنے والے تھے ان کے فکر میں تبدیلی آگئی۔
  - ۵۔ نجیب انتظامیہ کے متعلق روس کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔
  - ۶۔ راسخ العقیدہ مجاہدین کی صفوں میں مزید یک جہتی اور استحکام پیدا ہوا۔
  - ۷۔ پرچم یا خلق میں سے کسی کے ساتھ مصالحت یا مذاہنت کرنے والوں کی سازش نشت از بام ہوئی۔
- یہ سب تائید غیبی مجاہدین کی استقامت علی الحق کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کا حامی رہے۔
- (مولانا فاضل محمد اللطیف ممبر سینٹ آف پاکستان)
- اور نامہ ص ۱۰۰۔

### صحبتے با اہل حق یا ایمان و یقین کی پھلوری

(بحوالہ ماہنامہ احسانات لاہور۔ اپریل ۱۹۸۰ء)

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کا شمار دوبرہ حاضر کے ان صلحائے امت میں ہوتا ہے جو سلف صالحین کا نمونہ اور ان کی ایک نہایت گراں پایہ یادگار تھے۔

فی الحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ ان کی ذات گمراہی

یہ دینی، تجدد، اباہیت اور الحاد کی ظلمتوں میں منارۃ نور کی حیثیت رکھتی تھی۔ انہوں نے دین تبلیغ اور اشاعت علم کے سلسلے میں جو مہتمم بالشان کا زمانہ سرانجام دے۔ انہوں نے ان کو "شہرت عام اور بقائے دوام" کے دربار میں نہایت ارفع و اعلیٰ مقام عطا کر دیا۔ حضرت اقدس سرہ نہ صرف علوم دین کا بحر ذخار تھے بلکہ سیرت اور کردار کے اعتبار سے بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ خشیت الہی، عشق رسولؐ، شغف عبادت، انکسار سادگی، حق گوئی، بے تعصبی، خوش مزاجی اور تواضع ان کی ایسی صفات تھیں جو اپنی اور بیگانوں سب کا دل موہ لیتی تھیں۔ حضرت اپنی مجالس میں علم و عرفان کے ایسے ایسے موتی لٹایا کرتے تھے جن کو چٹتے چٹتے طبیعت سیر بہ موتی تھی۔ حضرت کے شاگرد رشید مولانا عبد القیوم حقانی صاحب ہمارے دلی شکر یہ کہ مستحق ہیں کہ انہوں نے ان موتیوں کو ایک لٹری میں پرو کر اس کتاب کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ حضرت کے یہ ارشادات و ملفوظات کیا ہیں چہ و نصائح کا خزینہ، عقل و خرد کا درس اور عشق و معرفت کا دریا جس میں غوطہ زن ہونے والا گو بہ مقصود سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ معرفت کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی، اللہ کے ساتھ محبت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت بلکہ عشق ان ملفوظات کی نمایاں خصوصیت ہے ان جو اہر ریزوں کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں

ملت کا استحکام اور عروج اہل اسلام کے اتحاد پر منحصر ہے۔ علماء و اہل اللہ کی محبت نجات کا وسیلہ ہے۔ علمی ماحول اور مریشوں کی خدمت بڑی نعمت ہے۔ کبار سے اجتناب، صفائے عفو کا ذریعہ ہے۔ ذکر و عبادت سے تلذذ نہیں بندگی مقصود ہے۔ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ جہاد ایمان کا لازمہ ہے۔ عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ اپنی اہلیت کی شہادت نااہلی کی دلیل ہے۔ فقہی مسائل اور مسائل تصوف ایک ہی تالاب کی مختلف نہریں ہیں۔ تبلیغ دین اور بیان مسائل میں تسہیل پیش نظر رہنی چاہئے۔ خود غرضی اور انانیت سے انتشار اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ حسن عمل کے ساتھ طول عمر بھی نعمت ہے۔ دین کی خدمت سے زندگی ملتی ہے جھوٹے نبی سے نبوت کی دلیل طلب کرنے میں ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ مجاہدین کے پیروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ غرور اور تکبر کے ساتھ علم اور عبادت بھی نافع نہیں رہتی۔ جب دنیا سے نفرت ہو تو وہ قدم چومتی ہے۔ انانیت معرفت خداوندی میں بہت بڑا حجاب ہے۔ حصول علم کو رخصتے الہی کا ذریعہ بنالین چاہئے۔ حصول علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ وغیرہ

یہاں مبالغہ اس کتاب کا ہر صفحہ ایمان و یقین کی ایسی پھلواڑی ہے جن کے پھولوں کی خوشبو سے مشام جان معطر ہو جاتا ہے اور زبان پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا سست

ان ملفوظات سے دین کی گہری کھل جاتی ہیں اور ذہن سے تشکیک و انکار کا زہر کا فورہ ہو جاتا ہے۔

پیرایہ بیان انتہائی شگفتہ اور پُر کیف ہے۔ کتاب ایک دفعہ شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

ملفوظات میں رشد و ہدایت کی باتوں کے علاوہ دفاعِ پاکستان اور نجاتِ انہروی کے حوالے سے جہادِ افغانستان کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے۔ اور وطن عزیز کے کئی دوسرے اہم امور کے بارے میں بھی بڑی جامع اور پُر مغز گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں بعض بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات بھی ملتے ہیں اور بعض امرِ ہی بدی و روحانی علاج کے لئے مجرب وظائف و اوراد بھی۔ غرض یہ کتاب ہر لحاظ سے مطالعہ کے لائق ہے۔ کوئی بھی قاری اس کو توجہ سے پڑھ کر گونا گوں برکات و فیوض سے متمتع ہو سکتا ہے۔

جناب طالب ہاشمی۔ لاہور

### یونان میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان

یونان دنیا کے ان ممالک میں شمار ہوتا ہے کہ جہاں مسلمانوں کا چاند عرصہ دراز تک روشنیاں پھیلاتا رہا اور ستارہ عروج چمکتا رہا ہے۔ ترکوں کی ہزیمت کے بعد اب صورت حال یہ ہے کہ یہاں پورے یونان میں ایک بھی مسلم آثار نہیں ہے۔ نہ کوئی مینارہ نہ کوئی مسجد۔ اور نہ یہ ظاہر کوئی مسلم۔ ایک دوست نے بڑی عجیب بات کہی۔ اگر اتنے زمانے یونان پر عرب حکومت کرتے تو پورا یونان عرب بن چکا ہوتا۔ میرے ذہن میں فوراً ہی خیال آیا کہ اسپین میں صدیوں حکومت کرنے کے بعد وہاں کیا صورت حال ہے۔

دراصل عروج و زوال کی داستانیں اپنے دامن میں بڑے عجائب و غرائب رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کے عروج کے اسباب یکساں رہے ہیں۔ اور ان میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ مٹھی بھر عرب صحرائے عرب سے اٹھے تھے اور پوری زمین پر چھا گئے تھے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ اور باقی ہر طاقت سے باغی تھے۔ اس نے ان کو اخلاق کی ہر قوت سے مالا مال کر دیا تھا۔ محبت و احترام ان کی سرشت تھی۔ برداشت ان کی تربیت کا اہم جزو تھا۔ وہ ایک نظر پر حیات لے کر دنیا کے سامنے آئے جو اپنی مثال آپ تھا اور جس نے لازماً دنیا کے ہر مزاج و فکر کو متاثر کیا۔ اور قبولیت فکر کی راہیں ہموار ہوئیں۔ کردار مسلم بے داغ تھا۔ بلند کرداری میں صفحہ ارض پر ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ مسلمان کے پاس کسی بھی دور میں مادی طاقت نہیں رہی۔ اس کی عظمت و رفعت کا راز اس کی روحانیت رہا ہے۔ جب تک مسلمان صراطِ مستقیم پر رہا قرآنِ حکیم اور سنتِ رسولؐ اس کے رہنما رہے وہ عروج پر عروج پاتا رہا اور کوئی اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکا حتیٰ کہ اس نے فکرِ بلند سے، حکمِ الہی سے، پیغامِ رسولؐ سے کفرِ ارض کو روشن کر دیا۔ پھر جب زوال کی داستان المناک پر غور کرتے ہیں تو اس کے اسباب میں بھی کوئی فرق نہیں پاتے۔ مسلمان کے

ہرزوال کا سبب جادہ مستقیم سے اس کا فرار اور کردار سے محرومی رہا ہے۔ یونان پر ترکوں کو عرصہ دراز تک غلبہ رہا۔ مگر جب وہ یہاں سے ۱۸۲۱ء میں پسپا ہوئے تو یونانیوں نے ان کے ایک آثار کو باقی نہ چھوڑا۔ اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ یہ نشانات کیوں مٹا دیئے گئے؟ کیا ترک آخر میں کردار سے محروم ہو گئے تھے۔ (جناب حکیم محمد سعید چیرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی)

### بابری مسجد کے بعد بلغاریہ میں مسجد کی آتشزدگی

بلغاریہ میں مسلمان مخالف عناصر نے ایک ۳۱۵ سالہ یادگار مسجد کو آگ لگا کر شہید کر دیا ہے۔ بلغاریہ کے یہ اسلام دشمن عناصر اس سے پہلے بھی سینکڑوں مساجد اور مدارس کو تخریب کر چکے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب بلغاریہ کے مسلمانوں کا الگ تشخص ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں اور مسلمانوں کو اسلامی نام رکھنے کی ممانعت تھی۔ پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ بلغاریہ پارلیمنٹ نے مسلمانوں کے خلاف اس قسم کے تمام امتیازی قوانین منسوخ کر دیے ہیں۔ جن کی رو سے وہ اپنے اسلامی تشخص کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد امید ہوئی تھی کہ بلغاریہ میں مسلمانوں کے ابتلا کا دور ختم ہو گیا ہے اور اب ان سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مسجد کی آتشزدگی کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغاریہ کے مسلمان مخالف عناصر نے ابھی تک اپنی سرگرمیاں ختم نہیں کیں۔ بلکہ بلغاریہ پارلیمنٹ کے فیصلے سے ان کی آتش انتقام مزید بھڑک اٹھی ہے۔ اسلام دشمن عناصر نے بلغاریہ کی تاریخی جامع مسجد کو شہید کر کے بلغاریہ کی حکومت کو چیلنج کیا ہے۔ یہیں امید ہے کہ بلغاریہ کی حکومت ان عناصر کی سرگرمیوں کا نوٹس لے گی۔ اور عالم اسلام اپنی بیداری کا ثبوت دے گا۔ (محمد قاسم)

### عید کا رڈ کرسمس کارڈوں کی نقالی ہے

ہمارے آپ کے دیکھتے دیکھتے عید کا رڈوں کے رواج نے وبائی صورت اختیار کر لی ہے اس رواج کا آغاز ناباگرسمس کے کارڈوں کی نقالی میں ہوا تھا لیکن اب یہ نقالی پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ بظاہر ایک دوسرے کو عید کی مبارک دینا ازویا محبت و اخوت کا ذریعہ ہے۔ مگر اس معاملے میں انفرادی سطح پر جس اسراف بیجا کو اختیار کر لیا گیا ہے اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قیمتی کارڈوں کے استعمال کا مقابلہ شروع ہو گیا ہے نیز ہتھامی سطح پر سرکاری یا پارٹی فنڈ کو ذاتی تعلقات (P.R) بڑھانے کے لئے بے دردی کے ساتھ استعمال کو کسی طرح پسندیدہ عمل نہیں کہا جاسکتا۔ بعض کاروباری ادارے یا بعض تبلیغی مقاصد رکھنے والے حضرات اپنے کاروبار یا نظریہ کی تبلیغ کے لئے

عید کارڈوں کو ذریعہ بناتے ہیں ان کو بھی بہر حال حد اعتدال پر قائم رہنا چاہیے۔  
ادھر کئی برسوں سے عید کارڈوں کے ذریعے عریاں اور فلمی تصاویر پھیلانے کا کام بھی لیا جا رہا ہے اس  
طرح یہ بے درد ناسخ و نو جو انوں کے اخلاق تباہ کر کے سرمایہ بٹورنے میں مشغول ہیں۔ گویا ملت میں ہر طرف سے  
جو نکس چمٹی ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کا خون بے دھڑک چوس رہی ہیں۔ اور کسی میں ہمت نہیں کہ اس طرح مسلمانوں  
کے غلط طور طریقوں پر مسلمانوں کو مشتبہ کرے۔  
ہم سماجی اور اصلاحی میدان میں کام کرنے والوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان عید کارڈوں کی وبا کے  
خلاف جدوجہد کو بھی اپنے پروگرام میں شامل کریں گے۔ (رخالد عثمان کرک)

### بقیہ - علمی اور مطالعاتی زندگی

دیوبند کے اساتذہ عظام میں حضرت افتخانی قدس سرہ سے زیادہ رابطہ رہا بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت کے  
نظر تہفقت زیادہ رہی۔ حضرت بلاشبہ علم کے سمندر اور معرفت کے بحر بے کنار تھے، واللہ! میں نے انہیں لباس  
شاہی میں فقر کا بے تاج بادشاہ پایا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے استحضار میں نمونہ سلف ہونے کے باوجود فناء نفس  
کا حال یہ تھا کہ جب بھی کوئی عجیب نکتہ بیان فرماتے تو نہ صرف متقدمین بلکہ معاصرین کے حوالہ دینے میں کوئی اشتکاف  
نہیں فرمایا کرتے تھے، جبکہ نفس پرست علماء جان بوجھ کر یہ تصور دینے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ گویا بجا دیندہ ہے۔  
اس سلسلہ میں دل تو بہت چاہتا ہے۔ مگر یہاں تو اتنا ہی آپ کی تعمیل میں بتلانا تھا کہ میں ان حضرات کے  
کس کس کمال سے زیادہ متاثر ہوا۔ اور وہ یہی کہ کاذا و قافین الکتاب اللہ۔ مذہب ہی ان کا اور ہنا  
اور پچھونا تھا حب فی اللہ اور بغض للہ ان کا طرہ امتیاز۔

کتب اور مشائخ کرام کے سلسلہ میں کسی اور فرصت کا انتظار فرمائیں۔

ناکارہ عبد الکرم غفرلہ والوالدیہ خادم نجم الداد اس کلاچی

### دفاع امام ابو حنیفہ

جس میں امام اعظم ابو حنیفہ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ،  
قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع و قیاس پر اعتراضات  
کے جوابات، دلچسپ واقعات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت  
جامعیت، تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل ہوئے۔

تصنیف: مولانا عبد القیوم تھانی  
صفحات: ۳۶۰ قیمت مجلد ۵۶، غیر مجلد ۴۵

# قومی مصارف اور ذرائع آمدنی

کتاب اللہ کے اشارات

قرآن حکیم کا یہ کمال ہے کہ اس نے جہاں صرف (خرچ) کا کوئی مدبیان کیا ہے تو ساتھ ہی اس کی آمدنی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

**نیکی** (۱) دنیا کے ہر ایک مذہب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو نیک بنانا چاہتا ہے۔ قرآن حکیم نیکی کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ مالی نظام کے اس حصہ کو جو فرد کی معیشت اور معاشرت سے تعلق رکھتا ہے، اس کو بھی وہ نیکی کا ضروری باب گردانتا ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ ہو لفظ نیکی بے معنی ہے اور کوئی فرد خواہ کتنا ہی عبادت گزار کتنا ہی شب بیدار ہو، مسلسل روزوں پر روزے رکھتا ہو اور رات دن تسبیح جھپٹتا ہو، جب تک نیکی کے اس باب کو عمل میں نہیں لائے گا وہ صالح اور نیک نہیں ہوگا۔ سورہ بقرہ - آیت ۱۷۷ کا خلاصہ ہے :-

”نیکی اور بھلائی یہ نہیں ہے کہ (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لویا کچھم کی طرف (اور ظاہری رسوم کی پابندی کرو) نیکی یہ ہے کہ اپنی اصلاح اور شخصیت کی تعمیر اس طرح کرو۔ (الف) اللہ پر آخرت کے دن پر فرشتوں پر آسمانی کتابوں پر خدا کے نام نبیوں پر تمہارا ایمان ہو، (عقیدہ صحیح ہو جو بنیادی شرط ہو)

(ب) اور اس وقت جبکہ (اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں موجود ہوں، ان کی ذمہ داریاں تم پر لازم ہو، جن کے پورا کرنے کے لئے خود تمہیں) مال محبوب ہو، تم یہ محبوب مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کی امداد سالکوں کا سوال پورا کرنے اور گردنوں کو چھڑانے میں خرچ کرو۔

(ج) پورے آداب و شرائط کے ساتھ نماز قائم کرو۔

(د) زکوٰۃ ادا کرو۔

(۵) اپنی بات کے پکے رہو، جب قول و قرار کرو، تو اس کو پورا کرو۔

(۶) اور تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہر حال میں صبر و ضبط و تحمل اور استقلال

سے کام لوی یہی ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور یہی ہیں متقی اور پرہیزگار۔

اس آیت میں خرچ کے دو مد بیان کئے گئے ہیں :

(۱) ضرورت مندوں کی امداد — وہ بالغ ہو یا نابالغ (یتیم) رشتہ دار ہوں یا اجنبی مسافر (وطن یا غیر وطن کے) یا سائل۔

(۲) گردن چھڑانا، یعنی غلام آزاد کرنا یا مقروض کا قرض ادا کرنا۔

خرچ کی طرح آمدنی کے بھی دو مد بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۱۔ زکوٰۃ ۲۔ عطیہ۔ زکوٰۃ کی رقم ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے گی، البتہ ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہو جاتا ہے (مثلاً اولاد یا ماں باپ) ان کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جائیگی۔ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ زکوٰۃ کی رقم کسی تبادلہ میں بھی نہیں دی جاسکتی، لہذا آزاد کرنے کے لئے جو غلام خریدا جائے گا اس کی قیمت اپنے پاس سے دینی ہوگی جس کو ہم نے عطیہ کہا ہے، البتہ اس سے اسلام کا مزاج معلوم ہو گیا کہ اس کی نظر میں گردن چھڑانے کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کو نیکی کے مفہوم میں داخل اور خرچ کی ضروری مدت میں شامل کیا گیا ہے۔

ان مدت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ نظام حکومت کو واسطہ بنایا جائے، اگر مسلمانوں کی حکومت نہ ہو یا مسلمانوں کی حکومت مطالبہ نہ کرے تب بھی نیک کردار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان مدت پر خرچ کیا جائے یعنی جس طرح نماز، روزہ یا خود اپنے اہل و عیال کا نفقہ ہر مسلمان پر ہر حال میں فرض ہے خواہ وہ دارالاسلام میں ہو یا کسی غیر مسلم حکومت کے ماتحت زندگی گزارتا ہو ایسے ہی خرچ کے یہ مدت بھی مسلمان کے لئے لازمی فرائض میں داخل ہیں۔

**دوسری ضرورتیں اور مدت آمدنی** | غریبوں کا پیٹ بھر دینے، ضرورت مندوں کی ذاتی اور شخصی ضرورتیں پوری کر دینے، غلاموں کی گردن چھڑا دینے یا مقروضوں کا قرض ادا کر دینے سے ترقی پذیر قوم و ملت کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہو جاتیں۔

امت اسلامیہ جس کا فرض منصبی یہ ہے کہ (حق و صداقت کی علمبردار بن کر پوری دنیا کو اس حقیقت کا مشاہدہ کرائے کہ وہ دستورِ اساسی اور کانسیٹی ٹیوشن یا مینی فسٹو جس کو کلمۃ اللہ کہنا چاہیے صرف اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ سب سے بلند بالا رہے) وہ اپنے اس نصب العین میں کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک روحانی عظمت و احترام اخلاقی اقتدار و برتری کے ساتھ مادی ترقیات میں بھی اس کا قدم سب سے آگے اور اتنا آگے نہ ہو کہ دوسرے قدم وہاں تک پہنچتے پہنچتے ٹھک جائیں۔

اگر مسلمان ارشادِ ربّانی (وَ اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ) کے مضمرات کو اپنا جذبہ عمل  
الحالہ ان کی تعلیم کا میدان دوسری قوموں کے تعلیمی میدانوں سے بہت زیادہ وسیع ہوگا اور اس بنا پر  
تعلیمی مصافحہ بھی دوسری قوموں کے مقابلہ پر بہت زیادہ ہوں گے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ  
تعلیم کے لئے صرف وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں کافی نہیں ہوں گی جن میں عصری تعلیم سائنس  
فلسفہ طبیعیات، فلکیات یا ڈیفینس اور دفاعی و جنگی فنون کی تعلیم دی جاتی ہو اور ان کا ماہر بنایا  
نہ کہ ان کو ایسی درسگاہوں، تربیت گاہوں اور ایسے دارالعلوموں کی بھی ضرورت اور اتنی ہی شدید  
ی ضرورت ہوگی، جہاں مذہبی تعلیم اور اخلاق اور روحانیت کی تربیت اور تکمیل ہو سکے تاکہ مسلم نوجوانوں  
بے طرح عصری علوم اور فنون جدیدہ کا ماہر ہو، وہ خدا شناسی، حقیقت شناسی، حقوق شناسی اور  
ملاق و کردار کا بھی کامل نمونہ ہو کہ وہ "مشهداء علی الناس" بن سکے اور خداوند عالم کی حجت  
ہو سکے۔

بالفاظ دیگر اگر کمیونسٹ روس کے بحث کا ساٹھ فی صدی تعلیم پر صرف ہوتا ہے تو خلافت کو اپنے بحث کا اسی فی صدی تعلیم کے لئے مخصوص کرنا پڑے گا تاکہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم سکے اور دنیا امام غزالی، ابن رشد اور رازی جیسے ائمہ علوم و فنون کے فیوض برکات سے بہرہ یاب ہو سکے یہ کتنی رقم ہوگی، کہاں سے فراہم ہوگی، قرآن حکیم اس کا جواب دینے سے پہلے یہ تحقیق کرتا ہے کہ رت کس کی ہے، ضرورت مند کون ہے؟

تعلیم و تربیت اور ترقی، فرد کی ضرورت ہے یا اللہ تعالیٰ کی ؟ بعنوان دیگر فرد کی ضرورت ہے یا  
 مت کی۔ اپنی اور اپنی اولاد کی ترقی کی ضرورت، بڑے سے بڑے دولت مند امیر و کبیر کو بھی ایسی ہے جیسے  
 نادار آدمی کو۔ اس ضرورت کے لحاظ سے امیر کبیر اور بڑے سے بڑا دولت مند بھی حاجت مند اور قرآن حکیم  
 لفظ میں فقیر ہے۔

لہذا میں کہتا ہوں۔  
تعلیمی ضرورتوں کے علاوہ اور بھی ضرورتیں ہیں جن کی اتنی پوری قوم کی تیسرے ترقی سے ہم شراکت  
نہیں، نہریں، ٹیل، مسافر خانے اور ترقی پذیر دور کے لحاظ سے ذرائع مواصلات و مراسلات (ڈاک، تلگراف  
اور ہوائی سروسز وغیرہ) مگر یہ تمام ضرورتیں خود قوم کی ضرورتیں ہیں، خدا کی ضرورتیں نہیں ہیں، ...  
بقول تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ وہ ان مدت پر خرچ کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو ان تمام رقوم کو جو ان مدت

کے لئے عطا کی جائیں، اپنے ذمہ قرض مان لیتا ہے اور اس مد کو خود اپنی مدد قرار دیتا ہے اور بڑی بڑی سے وعدہ فرماتا ہے۔ **وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ** (سورہ حج ۲۲) (یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا، ان کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا سب پر غالب ہے)

ان وسیع اور ہمہ گیر ضرورتوں کو سامنے رکھیے، پھر سورہ محمد کی اس آخری آیتوں کا مطالعہ ان آیتوں کے مفہوم اور منشاء پر غور کرتے ہوئے جیسے جیسے صرف کی مدات آپ کے سامنے آئیں گی، مدات کا سراغ بھی مل جائے گا۔ آیات کا مضمون یہ ہے (اللہ تعالیٰ اہل ثروت کو خطاب فرما رہے ہیں) ”دیکھو، دیکھو، تم ہی کو خاص تم ہی کو دعوت دی جا رہی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرو، پھر تم میں سے کچھ وہ ہیں جو (خرچ نہیں کرتے) بخل کرتے ہیں، یاد رکھو جو بخل کرتا ہے وہ خدا سے نہیں خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ بے نیاز ہے (یہ تعلیمی، تعمیری، ترقیاتی اور دفاعی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں جن کی بناء پر تم اگر دولت مند ہو تب بھی) فقیر اور حاجت مند ہو، اس حقیقت کو سمجھو اور پورے حوصلہ سے خرچ کرو (اور اگر خرچ سے) منہ موڑتے ہو (تو یقین رکھو تب ہی اور بربادی تمہارا انتظار کر رہی ہے، مگر برباد تم خود ہو گے، خداوند عالم کی ذات باقی اور بے نیاز ہے اسے کبھی کوئی زوال نہیں آ سکتا، تم فنا ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو تمہارا بدل کر دیگا، وہ تم جیسے نہیں ہوں گے (سورہ محمد ۲۲، آیت ۳۸)“

**تناسب** | سالانہ بچت کا ڈھائی فیصدی جس کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے، وہ فقیروں، یتیموں، یتیموں اور مسکینوں کا مخصوص حصہ ہے۔ اس میں سے ان تعمیری اور تعلیمی مدات پر خرچ نہیں کیا جائیگا۔ مدات کے لئے اصحاب حیثیت کو اور رقم فراہم کرنی ہوگی۔ اس کا تناسب کیا ہو۔ یہ تناسب ضرورتوں لحاظ کرتے ہوئے خود اہل ثروت طے کریں یا وہ معتمد یا اہل الرائے طے کریں جو عہد نبوی (علی صاحبہ السلام) کے عرفاء کی طرح اپنے قبیلے یا اپنی آبادی کی نمائندگی کرتے ہوں۔ خرچ کرنے والوں اور کرنے والوں کو قید و بند اور ضبطی جائیداد جیسی کسی قانونی سزا کی دھمکی نہیں دیگی، البتہ نتیجے سے کر دیا گیا ہے، وہی دھمکی ہے، تنبیہ کر دی گئی ہے کہ بخل کا نتیجہ خود ان کے اپنے حق میں بخل ہوگا، اس زیادہ بخل کیا ہو سکتا ہے کہ انسان خود اپنے ہاتھوں اپنا مستقبل خراب کرے اور چند ٹکے بچانے خاطر عام تباہی اور بربادی مول لے لے۔

# پاکستان کی اقتصادی ترقی میں قدم بہ قدم شریک

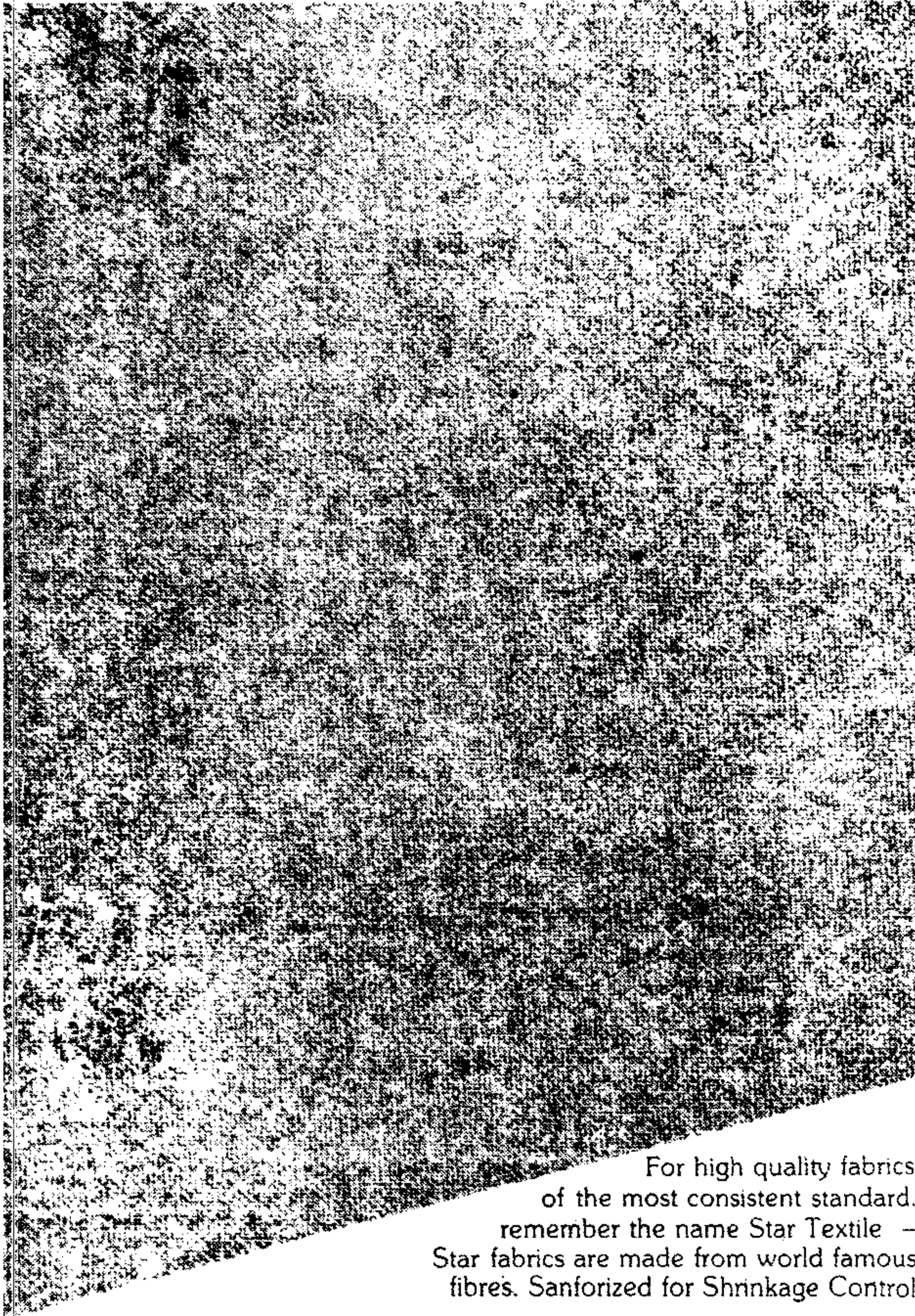


آدمجی کے کاغذ - بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر



آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس - پی۔ او۔ بکس ۴۳۳۲ - آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ، کراچی ۲



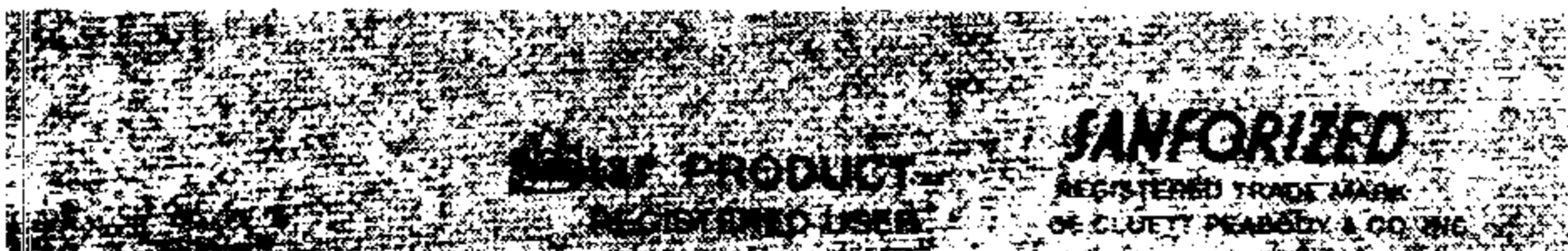
WE'VE DEVELOPED  
FABRICS WITH  
SUCH LASTING  
QUALITY AND STYLE  
THAT THERES ONLY  
ONE WORD FOR IT



For high quality fabrics  
of the most consistent standard,  
remember the name Star Textile –  
Star fabrics are made from world famous  
fibres. Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting  
and shalwar qameez suits, look for the colour of  
your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin,  
Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality,  
check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.



... THE ESSENCE OF STYLE AND TOTAL COMFORT!

**Star Textile Mills Limited Karachi**

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

## ہدیہ عقیدت

بمختصر

### حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ

وہ فکروہ محدث مقتداؤں کی شان تھے  
وہ مدبر بے گماں تھے ایک عالم با عملی  
کس جو محمود و مدنی سے ملا زبر رہا  
پیکرِ علم و حیا، جود و سخا، صاحبِ دل  
وہ دیر باطل پر اُن کا ہر زماں قائم رہا  
مسک تو جید و سنت کے وہ مالک رہنما  
آ رہی ہے آج بھی اُن کی صدائے بازگشت  
نورِ علم و آگہی کا ایک چشمہ تھا رواں  
علم بھر جس نے دیادرس اتوت رات دن  
ہے دعا پھولا رہے یہ گلشنِ حقانیت  
یا الہی دے اُنہیں تُو خلد میں اونچا مقام

خلف سلف صاحبین مخلص وہ اک انسان تھے  
وہ محقق وہ مفسر صاحبِ عرفان تھے  
انور و قائم کا اپنی ذات میں فیضان تھے  
وہ مجاہد حق کے حامی صاحبِ ایقان تھے  
دین حق کے پاسان "غازی" مرد میدان تھے  
نیک سیرت خوش بقاد و لبند کی پہچان تھے  
جس سے گونجی قصر شہابی کاخ اور ایوان تھے  
طالبانِ دین ہوتے فیضیاب ہر آن تھے  
حریت کے پاسباں وہ قائدِ دوران تھے  
جس کے بانی داعیِ حق فاتح ہر میدان تھے  
خادمِ انِ مصطفیٰ کے خادم و دربان تھے

وہ فقیہ عصر آں مومن و فاروش ضمیر

مرد حق آگاہ حق گو صاحبِ وجدان تھے



# تبصرہ کتب

مولانا سمیع الحق مدظلہ

نام کتاب: اشکول معرفت - تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی - صفحات ۱۱۲ - قیمت ۲۴ روپے  
مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی محمد زبیر حسین صاحب مدظلہ العالی صاحب دل بزرگ عظیم علمی روحانی شخصیت اور اکابر علماء دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ النفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی علمی اور روحانی عظمتوں کے امین ہیں موصوف پون صدی سے قرآن و حدیث کی خدمت، تصوف و سلوک کی اشاعت اور قومی خدمات کے مختلف میدانوں میں مصروف عمل اور قابل رشک کام کر رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ سے اکابر علماء و مشائخ کے معتمد اور سلسلہ و طریقت کے طلباء کا مرجع رہے ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی گراں قدر اور وسیع تصنیفات ملک بھر کے علمی و دینی حلقوں میں مقبول اور زبردست خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

پیش نظر "مجموعہ مکاتیب" بھی آپ کے سلسلہ رشد و ہدایت کی ایک زرین کڑی ہے۔ مکتوبات کے مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی قابل مبارک باد ہیں جنہوں نے درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے ہمہ وقتی معمولات، ریسرچ و تحقیق کے صبر آزما مشاغل کے باوجود بھی حضرت قاضی صاحب موصوف کے مکاتیب کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ اور اب انہیں مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا۔ جو صاحب مکتوبات مدظلہ کی طرح خود مرتب کے لئے بھی نافع اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ بنے گا۔ انشاء اللہ

مکتوبات کا بنیادی مضمون ترمذیہ و تصوف اور احسان ہے۔ حضرت علامہ قاضی صاحب دامت برکاتہم خود اس موضوع کے اختصاصی عالم، اس دریا کے شن و ربکہ اس مسئلہ پر علمی طور پر جاوی اور علمی طور پر ذوق آشنا ہیں۔ پھر مکتوبات میں موصوف کی زبان و اسلوب، تسہیل و تفہیم، معیار و اقدار، طریقہ تعبیر و تشریح دیکھ کر پڑھنے والے کا دل گواہی دینے لگتا ہے کہ خطوط کی ہر سطر خلوص و دل سوزی سے لکھی گئی ہے۔

موصوف کو مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی، اس کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی نور اللہ مرقدہ سے محبت اور اس گنہگار سے جو تعلق خاطر اور شفقت ہے خطوط میں جگہ جگہ اس کا اظہار بھی کیا گیا ہے جو ادارہ کی ترقی اور خود فقر کے لئے اخروی سعاد اور نجات کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ یہ مجموعہ اگرچہ مختصر ہے تاہم اپنے مضامین اور وسیع تحریروں کی وجہ سے ایک قابل قدر علمی تحفہ ایک حیات آفرین پیغام اور اللہ تعالیٰ کے ایک مخلص و مقبول بند کے اصلاح و تربیت اور غنوائی امت کی رو بہداجیات کی ایک مختصر مگر روشن جھلک سامنے آگئی ہے جو نہایت خاموشی، عجز و مسکنت اور تواضع و انکساری کے ساتھ خدمتِ علم اور امتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مؤثر المصنفین کے لئے اس مجموعہ مکاتیب کی اشاعت باعث شرف اور ذریعہ افتخار ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اور ارباب ذوق ادارہ ہذا کی دیگر مطبوعات کی طرح اس رسالہ کی بھی بھرپور پذیرائی کریں گے۔ یہ کتاب مؤثر و المصنفین دارالعلوم حقانیہ کوثرہ خشک سے منگوائی جاسکتی ہے۔





# AL-HAQ

جلد سہولت مناسبتیں (۲۱)

## مختار الحق

افادات

مختار الحق، شیخ اکبریت مولانا عزیز الحق

شیخ اکبریت مولانا عزیز الحق کے افادات و فتوحات کا مجموعہ  
جو مولانا عزیز الحق کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے اور اس کی تصدیق  
ایک دفعہ کی ہے اور اس کی تصدیق کا ہر ایک کو اختیار ہے  
کہ جو بھی اس کتاب کو دیکھے وہ اس کی عظمت کا احساس کرے

مختار الحق، مولانا عزیز الحق

مختار الحق، مولانا عزیز الحق

مختار الحق، مولانا عزیز الحق

دارالعلوم حنفیہ، آگرہ، ہندوستان  
پیشانیہ، مولانا عزیز الحق